احکام قربانی سے متعلق انتہائی اہم فتاویٰ کا مجموعہ

فتاویٰ اظہریہ

احکام قربانی

مصنف

ابو اطہر مفتی محمد اظہر مدنی

فیضان شریعت فاؤنڈیشن

فہرست

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

فیضان شریعت فاؤنڈیشن کا مختصر تعارف

الحمدللہ رب العالمین !فیضان شریعت فاؤنڈیشن ایک فلاحی و دینی غیر منافع بخش ادارہ ہے۔مفتی محمد اظہر مدنی حفظہ اللہ نے 9 جولائی 2015ء بمطابق 21 رمضان المبارک 1436ھ کی مبارک ساعتوں میں اس فیضان شریعت فاؤنڈیشن کی بنیاد رکھی۔ اللہ کے فضل وکرم سے صرف پانچ سالوں میں ہزاروں خاندانوں کی دادرسی وامداد اس فاؤنڈیشن کے ذریعے کی گئی اور کی جارہی ہے۔

فیضان شریعت فاؤنڈیشن کے شعبہ جات

1۔دارالافتاء فیضان شریعت فاؤنڈیشن

فیضان شریعت فاؤنڈیشن کا سب سے اہم اور سب سے زیادہ متحرک شعبہ دارالافتاء فیضان شریعت ہے۔ ہزار ہا افراد اپنے مسائل کی شرعی رہنمائی کے لئے دارالافتاء فیضان شریعت پر رابطہ کرتے ہیں۔الحمدللہ کم وبیش 30 ہزار رجسٹرڈ لوگوں تک ہمارے یہ فتاوٰی بصورت وٹس ایپ وغیرہ پہنچ رہے ہیں تاحال اس تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔

(اگر آپ بھی ان فتاوی کی اپڈیٹس حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے آفیشل نمبر 03214061265 پر رابطہ کریں۔)

الحمدللہ جہاں یہ شعبہ عام عوام کی شرعی رہنمائی کرتا ہے وہیں علم فقہ میں دلچسپی رکھنے والے طلباء وعلماء کے لئے اسی شعبہ کے تحت افتاء کی مشق قبلہ امیر محترم مفتی محمد اظہر مدنی اپنی خاص نگرانی میں کروارہے ہیں۔

2۔خدمت سادات:

فیضان شریعت فاؤنڈیشن کے ترجیحی کاموں میں سے سب سے نمایاں کام جو اس فاؤنڈیشن کی بنیاد کا سبب بنا وہ مستحق آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی سادات کرام کی خدمت ہے۔الحمدللہ تا وقت تحریر سینکڑوں سادات خاندان کی خدمت کی ذمہ داری فاؤنڈیشن سالہا سال سے احسن انداز میں نبھا رہی ہے۔کوئی بھی اسلامی دن ہو یا کوئی خوشی کا موقع ہو تو مستحق سادات کرام کی خدمت ترجیحی بنیادوں پر کی جاتی ہے۔ان کے لئے گرمی سردی کے کپڑے،سادات بیٹیوں کی شادیوں کے انتظام،سادات بیواؤں کی مستقل طور پر خدمات وغیرہ اس شعبہ کے نمایاں کام ہیں۔

3:علمی مراکز کا قیام:

چونکہ فیضان شریعت فاؤنڈیشن کے مقاصد میں اشاعت دین ایک بنیادی مقصد ہے اسی مقصد کے حصول کے لئے جامعات کی تعمیر کے مختلف پراجیکٹس پر کام جاری ہے۔الحمدللہ ابھی حال ہی میں کاغان کے پہاڑی علاقے پارس میں اسلامی بہنوں کا پہلا اور واحد جامعہ **"جامعہ فیضان شریعت للبنات"** کے نام سے تعمیر کیا گیا ہے۔اس سے قبل ہزاروں کی آبادی رکھنے والے اس علاقہ میں اسلامی بہنوں کی تعلیم وتربیت کے لئے کوئی جامعہ نہیں تھا۔الحمدللہ یہ اعزاز بھی **فیضان شریعت فاؤنڈیشن** کے حصہ میں آیا کہ اس علاقہ میں ہماری فاؤنڈیشن روشنی کی پہلی کرن ثابت ہوئی ہے۔الحمدللہ رب العالمین

الحمدللہ! اسی طرح اب لاہور میں ایک بڑے مرکز کے لئے کوششیں کی جا رہی ہیں جہاں **فیضان شریعت فاؤنڈیشن** کے جملہ شعبہ جات ان شاء اللہ ایک چھت تلے کام کر رہے ہوں گے۔

4۔علم وعلماء کی خدمت:

الحمدللہ! فیضان شریعت فاؤنڈیشن اس شعبہ میں بھی امتیازی شان رکھتی ہے۔اللہ کے فضل سے ہر سال مستحق ومحنتی طلباء کو نصابی کتب کی فراہمی فی سبیل اللہ کی جاتی ہے۔الحمدللہ! فیضان شریعت فاؤنڈیشن علم وعلماء کی خدمت کا علم بلند کرتے ہوئے کئی علماء کے گھروں کی تعمیر کر چکی ہے۔بحمدللہ تاوقت تحریر کم وبیش 8 کے قریب گھر مستحقین کو بنا کر دیئے جا چکے ہیں۔ ہمارا عزم ہے کہ ان شاء اللہ ہر سال ایک مستحق محنتی عالم دین (جو اپنا گھر نہیں رکھتے) کے لئے گھر کی تعمیر میں معاونت کریں۔الحمدللہ! خاص اس مد میں تعاون کرنے والے ہمارے صاحب حیثیت حضرات اس خاص وانوکھی خدمت پر نا صرف قابل تعریف ہیں بلکہ لائق تقلید بھی ہیں۔

5۔دکھی انسانیت کے لئے فلاحی کام:

اس شعبہ کی اہمیت کا اندازہ آپ اس سے لگائیے کہ اس ایک شعبہ کے کئی ذیلی شعبہ جات ہیں۔مثلاً

- ہر ماہ مستحق بچیوں کی شادی کا انتظام وانصرام
- مستحق غریب مریضوں کے علاج میں معاونت
- خیبر پختونخواہ کے خطرناک ترین پہاڑی علاقوں میں فلاحی خدمات کرنے والی پہلی وواحد فاؤنڈیشن کا اعزاز۔
- بے روزگار افراد کو معاشی طور پر مضبوط کرنے کے لئے روزگار کے مواقع فراہم کرنا۔

6۔خدمت مساجد:

الحمدللہ! مختلف مقامات پر مساجد کی تعمیر وتزئین کا کام سارا سال چلتا رہتا ہے۔

7۔خدمت مدارس:

فیضان شریعت فاؤنڈیشن جس طرح مسلمانوں کی انفرادی زندگیوں میں مدد کرتی ہے اسی طرح چھوٹے ادارے مثلاً مدارس جو فنڈز کی انتہائی کمی کا شکار ہوتے ہیں ان کے لئے بھی اپنی خدمات پیش کر رہی ہے۔الحمدللہ کئی ایک مدارس ومساجد کی اسی طور پر خدمت کا سلسلہ سارا سال جاری رہتا ہے۔

8۔دارالنور (روحانی علاج ومعالجہ)

الحمدللہ! فیضان شریعت فاؤنڈیشن کی انفرادیت کو مزید چار چاند لگاتا یہ شعبہ دکھی انسانیت کی خدمت میں مصروف عمل ہے۔جہاں اس شعبہ کے تحت مسلمان مرد حضرات امیر محترم مفتی اظہر مدنی کے تربیت یافتہ شاگرد سے روحانی علاج ومعالجہ فی سبیل اللہ کروا رہے ہیں وہی خواتین میں روحانی معالجہ بھی میسر ہیں۔الحمدللہ قبلہ مفتی صاحب کی زوجہ محترمہ خود اسلامی بہنوں کے علاج ومعالجہ کو دیکھ رہی ہیں۔

9۔غرباء کا مفت علاج:

اس مہنگائی کے دور میں جہاں دو وقت کی روٹی کھانا دشوار نظر آتا ہے وہاں غریب خاندانوں میں کوئی فرد کسی مہلک بیماری کا شکار ہو جائے تو بے چارہ علاج کی سکت نہ ہونے کے سبب سسک سسک کر اپنی موت کا انتظار کرنے لگتا ہے حالانکہ وہ بھی جانتا ہے کہ علاج کروایا جائے تو شاید وہ تھوڑا اور جی لے اور اس آزمائش و تکلیف سے نکل آئے مگر علاج کروانے کے وسائل کہاں سے لائے؟

محترم قارئین کرام! یہی درد لے کر فیضان شریعت فاؤنڈیشن دکھی انسانیت کے لئے راحت کا سامان فراہم کرنے میں دن رات کوشاں ہے۔الحمدللہ سارا سال مستحق مریضوں کا ماہر ڈاکٹرز کی نگرانی میں معیاری علاج و معالجہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ان انتہائی مستحق مریضوں کے علاج کے تمام تر اخراجات فاؤنڈیشن برداشت کرتی ہے۔الحمدللہ رب العالمین۔

10۔خواتین کو خود کفیل بنانا:

الحمدللہ! فیضان شریعت جس طرح مرد حضرات میں روزگار کے مواقع فراہم کرنے میں مصروف عمل ہے وہی مہنگائی کے اس دور میں مرد حضرات کی صحیح معنوں میں ساتھی بننے والی خواتین کے لئے انہیں مختلف روزگار مہیا کرنا بھی فاؤنڈیشن کے نمایاں کاموں میں سے ہے۔

خواتین کو خود کفیل بنانے کے لئے مختلف اوقات میں مختلف دوار نیے کے شارٹ کورسز کرائے جاتے ہیں۔مثلاً سلائی کڑھائی، بیوٹیشن کورس، ریڈی میڈ ڈریس ڈیزائننگ کورس وغیرہا کورسز بھی مفتی صاحب کی زوجہ محترمہ کی نگرانی میں کروائے جاتے ہیں۔

11:سوشل میڈیا:

الحمدللہ دور جدید کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے سوشل میڈیا جیسے پلیٹ فارم پر مختلف مواقع کی مناسبت اور حالات حاضرہ پر شرعی رہنمائی کرتی پوسٹس ویڈیوز کا سلسلہ جاری و ساری ہے۔الحمدللہ دین کی تبلیغ و اشاعت کو جدید تقاضوں کے مطابق عوام تک پہنچانے کے لئے مزید کئی پراجیکٹس پر کام جاری ہے۔

جن میں سب سے اہم کام ایک سٹوڈیو کا قیام ہے۔جہاں سے مختلف موضوعات پر شرعی رہنمائی کے پروگرامز، اصلاح کرتی مختصر فکری ویڈیوز وغیرہ شامل ہیں۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ ہماری اور آپ کی اس منفرد فاؤنڈیشن کو خوب خوب ترقی عطا فرمائے، تمام احباب سے گزارش ہے کہ کم از کم ہماری اس فاؤنڈیشن کو اپنی دعاؤں میں خاص طور پر یاد رکھیں۔اللہ پاک تمام تعاون فرمانے والوں کی جان مال عزت و آبرو میں مزید برکات کا نزول فرمائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا شان اسلم قادری

فیضان شریعت فاؤنڈیشن پاکستان

عرض مرتب

اللہ پاک کے فضل وکرم سے فقیرشان اسلم قادری عفی عنہ کو رئیس دارالافتاء فیضان شریعت مفتی محمد اظہر مدنی حفظہ اللہ کے فتاویٰ کی ترتیب و تبویب، اسی طرح ڈیزائنگ وکمپوزنگ کی اہم ترین ذمہ داری سونپی گئی ہے۔الحمدللہ قبلہ مفتی صاحب کی نگرانی میں فقیر یہ کام کررہا ہے اور فتاویٰ کا پہلا مجموعہ بنام **"فتاویٰ اظہریہ"** ہدیۂ قارئین کررہا ہے۔حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ فتاویٰ میں کسی قسم کی کمپوزنگ کی اغلاط نہ ہوں اور فتاویٰ کی تصحیح کا بھی حتی الامکان خیال رکھا گیا ہے البتہ چونکہ یہ ایک ادنی بشر کی کوشش ہے لہذا اگر قارئین کرام کسی جگہ کوئی غلطی پائیں تو بغیر کسی تاخیر کے ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ اس غلطی کو درست کیا جاسکے۔احباب اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازیں تاکہ آئندہ ان کو ملحوظ خاطر رکھنے کی کوشش کی جائے۔اللہ پاک ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا شان اسلم قادری
فیضان شریعت فاؤنڈیشن پاکستان
shaneraza2526@gmail.com

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

دارالافتاء فیضان شریعت

الکریم گارڈن فیز1، مین مارکیٹ مناواں لاہور +92 321 4061265

قربانی کس پرواجب ہے؟

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ قربانی کے لئے جونصاب ساڑھے باون تولہ چاندی جوضرورت سے زیادہ ہے،توکیااس کی ساری شرائط میں یہ شرط بھی ہے کہ اس نصاب پر پوراسال گزرجائے؟۔جیسے میرے پاس پچاس ہزارروپے ہیں مگرجوابھی میں نے سنبھال کررکھے ہیں، مجھے فی الحال ان کی ضرورت نہیں مگران پرسال نہیں گزراتواب مجھے قربانی کرنا ہوگی یا نہیں؟

سائل: یامین (مرکزالاولیاء،لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

قربانی کے وقت میں یعنی دسویں کے طلوعِ صبح صادق سے بارہویں کی مغرب تک اگرکسی کے پاس اتنی رقم یاکوئی مال واسباب جو بقدرنصاب اورحاجت اصلیہ سے زائدہویعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابرکسی بھی طرح کا مال واسباب،کرنسی،بانڈ،مال تجارت ،پلاٹ،مکان یاکوئی بھی چیزہوئی توقربانی واجب ہوجائیگی اورآج (23-6-2020) کے ریٹ کے مطابق لاہورمیں ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تقریبا57800 ہے۔(یہ ریٹ پچھلے سال کاہے،لہذاہرسال ایام قربانی کے وقت ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کااعتبارہوگا) اس پرسال کے گزرنے کی شرط نہیں۔قربانی کے واجب ہونے کے لئےمسلمان،عاقل،بالغ،مقیم،مالک نصاب،آزاد،ہوناشرط ہے۔نابالغ پربھی قربانی واجب نہیں۔

صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی امجدعلی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ تحریرفرماتے ہیں”جوشخص دوسودرہم یابیس دینارکامالک ہویاحاجت کے سواکسی ایسی چیزکامالک ہوجس کی قیمت دوسودرہم ہووہ غنی ہےاس پرقربانی واجب ہے۔حاجت سے مرادرہنے کامکان اورخانہ داری کے سامان جن کی حاجت ہواورسواری کاجانوراورخادم اورپہننے کے کپڑے ان کے سواجوچیزیں ہوں وہ حاجت سے زائدہیں۔“

(بہارشریعت،اضحیہ کابیان،جلد3،حصہ15،صفحہ333،مکتبۃ المدینۃ،کراچی)

ابراہیم بن محمدبن ابراہیم حلبی حنفی رحمۃ اللہ علیہ تحریرفرماتے ہیں”وإنما تجب علی حر مسلم مقیم موسرعن نفسہ“ترجمہ:قربانی صرف آزاد،مقیم،غنی پراپنی طرف سے واجب ہے۔ (ملتقی الابحر،کتاب الاضحیۃ،جلد1،صفحہ166،بیروت)

فتاوی عالمگیری میں ہے ”(وأما) (شرائط الوجوب):منها اليسار وهو ما يتعلق به وجوب صدقة الفطر دون ما يتعلق به وجوب الزكاة۔۔۔ومنها الإسلام۔۔۔ومنها الحرية۔۔۔ومنها الإقامة،ولا يشترط أن يكون غنيا في جميع الوقت حتى لو كان فقيرا في أول الوقت، ثم أيسر في آخره تجب عليه ملتقطا“ ترجمہ:قربانی کے وجوب کی شرائط میں سے غنی ہونااور یہاں اس مراد وہ غنا ہے جو صدقہ فطر سے متعلق ہے نہ کہ زکوۃ سے،اسلام،آزاد ہونااور انہیں شرائط میں سے مسافر نہ ہونا ہے۔اور یہ شرط نہیں کہ قربانی کے مکمل وقت میں غنی ہوحتی کہ اگرکوئی ابتدائی وقت میں فقیر تھا پھر آخری وقت میں غنی ہوگیا تو اس پر قربانی واجب ہوجائے گی۔ (عالمگیری،کتاب الاضحیۃ،الباب الاول،جلد5،صفحہ292،مطبوعہ کوئٹہ)

بہارشریعت میں ہے”قربانی واجب ہونے کے شرائط یہ ہیں:۔

(1)اسلام یعنی غیر مسلم پر قربانی واجب نہیں۔

(2)اقامت یعنی مقیم ہونا۔مسافر پر واجب نہیں۔

(3)تونگری یعنی مالک نصاب ہونا یہاں مالداری سے مراد وہی ہے جس سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے وہ مراد نہیں جس سے زکوۃ واجب ہوتی ہے۔

(4)حریت یعنی آزاد ہونا جو آزاد نہ ہو اس پر قربانی واجب نہیں کہ غلام کے پاس مال ہی نہیں لہذا عبادت مالیہ اس پر واجب نہیں۔

مرد ہونا اس کے لئے شرط نہیں۔عورتوں پر واجب ہوتی ہے جس طرح مردوں پر واجب ہوتی ہے اس کے لئے بلوغ شرط ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے اور نابالغ پر واجب ہے تو آیا خود اس کے مال سے قربانی کی جائے گی یا اس کا باپ اپنے مال سے قربانی کرے گا۔ظاہر الروایہ یہ ہے کہ نہ خود نابالغ پر واجب ہے اور نہ اس کی طرف سے اس کے باپ پر واجب ہے اور اسی پر فتوی ہے۔شرائط کا پورے وقت میں پایا جانا ضروری نہیں بلکہ قربانی کے لئے جو وقت مقرر ہے اس کے کسی حصہ میں شرائط کا پایا جانا وجوب کے لئے کافی ہے مثلاً ایک شخص ابتدائے وقت قربانی میں کافر تھا پھر مسلمان ہوگیا اور ابھی قربانی کا وقت باقی ہے اس پر قربانی واجب ہے جب کہ دوسرے شرائط بھی پائے جائیں اسی طرح اگر غلام تھا اور آزاد ہوگیا اس کے لئے بھی یہی حکم ہے۔یونہی اول وقت میں مسافر تھا اور اثنائے وقت میں مقیم ہوگیا اس پر بھی قربانی واجب ہوگئی یا فقیر تھا اور وقت کے اندر مالدار ہوگیا اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

(بہارشریعت،اضحیہ کا بیان،جلد3،حصہ15،صفحہ332،مکتبۃ المدینۃ،کراچی)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــــــــــہ

ابواطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

01ذوالقعدۃ الحرام1441ھ06جون2020ء

قربانی کے جانور کی کم از کم عمر کتنی ضروری ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ قربانی کے جانور کی عمر کتنی ہونی چاہیے؟ ایک بکرہ جس کی عمر ایک سال ہے لیکن ابھی اس کے دانت نہیں آئے تو کیا اس کی قربانی کی جاسکتی ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب تک دانت نہ آئے ہوں اس کی قربانی نہیں کر سکتے۔

سائل: محمد کاشف (لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

قربانی کے جانور کی عمر یہ ہونی چاہیے: اونٹ پانچ سال کا، گائے دوسال کی، بکری ایک سال کی اس سے عمر کم ہو تو قربانی جائز نہیں زیادہ ہو تو جائز بلکہ افضل ہے، ہاں دنبہ یا بھیڑ کا چھ ماہہ بچہ اگر اتنا بڑا ہو کہ دور سے دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

(بہارشریعت جلد 3 حصہ 15 ص 340 مکتبۃ المدینہ کراچی)

درمختار میں ہے: و صح الجذع ذو ستۃ أشھر من الضأن إن کان بحیث لو خلط بالثنایا لا یمکن التمییز من بعد۔ و صح الثنی فصاعداً من الثلاثۃ و الثنی ھو ابن خمس من الإبل و حولین من البقر و الجاموس و حول من الشاۃ و المعز۔ بھیڑ کا چھ ماہ کا بچہ بھی جائز ہے جب کہ وہ اتنا بڑا ہو کہ اگر ایک سال کی بھیڑوں میں مخلوط ہو تو دور سے پہچانا نہ جاسکے، پانچ سال کا اونٹ، دوسال کی گائے اور بھینس یا ایک سال کی بکری اور دنبہ ہونا ضروری ہے، اس عمر سے زیادہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

(درمختار مع ردالمحتار جلد 9 ص 533,534 مکتبہ حقانیہ پشاور)

قربانی کیلئے بکرہ اگر ایک سال کا ہے تو اس کی قربانی کرنا جائز ہے، دانت ابھی آئے ہوں یا نہ آئے ہوں کیونکہ قربانی کے جواز کیلئے بکرے کا ایک سال کا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ایک حدیث شریف میں ہے ”قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ و سلم لاتذبحوا الا مسنۃ“ ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ مسنہ کی قربانی کرو۔

(مسلم شریف، کتاب الاضاحی، باب سن الاضحیۃ، جلد 2، صفحہ 155، مطبوعہ، کراچی)

اس حدیث پاک کے تحت علامہ نووی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں "قال العلماء المسنة هی الثنية من كل شئی من الابل والبقر والغنم فمافوقها" ترجمہ: علماء نے فرمایا ہے کہ مسنہ یہ اونٹ اور گائے اور بکری ہر شئے میں سے ثنیہ یا جو اس سے اوپر ہو اس کو کہتے ہیں۔ (شرح الکامل للنووی علی صحیح مسلم، کتاب لاضاحی، باب سن الاضحیۃ، جلد 7، صفحہ 132، مطبوعہ، دارالحدیث قاہرۃ)

اور بکریوں وغیرہ میں ثنیہ اس کو کہتے ہیں جو پورے ایک سال کا ہو اس سے کم نہ ہو۔ علامہ علاؤالدین ابی بکر بن سعود الکاسانی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں "والثنی من الشاۃ والمعز ماتم له حول و طعن فی السنة الثانية" ترجمہ: اور ثنیہ بکری اور بھیڑ میں سے وہ ہے کہ جس کا ایک سال پورا ہوا اور وہ دوسرے سال میں داخل ہو چکا ہو۔

(بدائع الصنائع، کتاب التضحیۃ، جلد 4، صفحہ 206، مطبوعہ، کوئٹہ)

اور اسی طرح مولانا مفتی امجد علی اعظمی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں "قربانی کے جانور کی عمر یہ ہونی چاہیے اونٹ پانچ سال کا گائے دو سال کی بکری ایک سال کی اس سے عمر کم ہو تو قربانی جائز نہیں زیادہ ہو تو جائز بلکہ افضل ہے۔"

(بہار شریعت، حصہ 15، جلد 3، صفحہ 340، مکتبۃ المدینہ کراچی)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــه

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

27 ذی قعدہ 1433ھ 15 اکتوبر 2012ء

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

الکریم گارڈن فیز 1، مین مارکیٹ مناواں لاہور ☎ +92 321 4061265

ذوالحجۃ میں بال وناخن نہ کٹوانے کا ثبوت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ قربانی میں جو دس دن بال اور ناخن نہ کاٹنے کا ہے، کیا اس بارے میں کوئی حدیث ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کی Logic کیا ہے؟ اور کچھ لوگ اعتراضات کرتے ہیں، کہ یہ کیا ہے کہ بال اور ناخن کا اس سے کیا تعلق ہے اس بارے میں تفصیل سے وضاحت فرمائیں! سائل: محمد فاروق (بلوچستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

جی ہاں! ذوالحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد سے قربانی تک ناخن اور بال نہ کاٹنے کے بارے میں کئی صحیح احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے امام مسلم بن حجاج قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''صحیح مسلم'' میں اور پھر امام ابوداؤد ''سنن ابی داؤد'' میں حضرت اُم المومنین اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں، اور ''صحیح مسلم'' کے الفاظ یہ ہیں: عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قال اذا رأیتم ھلال ذی الحجۃ، وارادا حدکم ان یضحی فلیمسک عن شعرہ واظفارہ۔ ترجمہ: حضرت ام المومنین اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم ذوالحجہ کا چاند دیکھ لو، اور تم میں سے جس کا ارادہ قربانی کرنے کا ہو تو وہ اپنے بالوں اور ناخنوں کو کاٹنے سے رُک جائے۔

(صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب نہی من دخل علیہ الخ، جلد 2، صفحہ 160، کراچی)

اور ''سنن ابی داؤد'' کے الفاظ یہ ہیں: قال رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم من کان لہ ذبح یذبحہ فاذا اھل ھلال ذی الحجۃ فلا یأخذن من شعرہ ولا من اظفارہ شیئا حتی یضحی۔ ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ذوالحجہ کا چاند نظر آجائے، تو جس نے قربانی کرنی ہے، وہ اپنے بالوں اور ناخنوں میں کچھ نہ لے، (یعنی نہ کاٹے) یہاں تک کہ قربانی کرلے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الاضاحی، باب الرجل یاخذ من شعرہ الخ، جلد 2، صفحہ 30، مطبوعہ ملتان)

اور ذوالحجہ کے چاند سے لے کر قربانی تک بال و ناخن نہ کاٹنے کی Logic یعنی حکمت یہ ہے کہ حاجیوں سے کچھ مشابہت ہو جائے، جیسا کہ حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: یعنی جو امیر وجوباً یا فقیر نفلاً قربانی کا ارادہ کرے، وہ بقرعید کا چاند دیکھنے سے قربانی کرنے تک ناخن، بال اور مُردار کھال وغیرہ نہ کاٹے، نہ کٹوائے، تاکہ حاجیوں سے قدرے مشابہت ہو جائے، کہ وہ (یعنی حاجی) لوگ احرام میں حجامت نہیں کرا سکتے، اور تاکہ قربانی ہر بال ناخن کا فدیہ بن جائے، یہ حکم استحبابی ہے، وجوبی نہیں۔ لہٰذا قربانی والے (کا) حجامت نہ کرانا بہتر ہے، لازم نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اچھوں سے مشابہت بھی اچھی ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، قربانی کا باب، جلد 2، صفحہ 370، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

مذکور بالا مفتی صاحب کی تحریر سے یہ واضح ہو گیا کہ بال و ناخن نہ کاٹنے میں کیا Logic یعنی حکمت ہے، اسی طرح یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قربانی سے اس کا کیا تعلق ہے۔ بہر حال یہ حکم استحبابی ہے وجوبی نہیں کہ اگر اس طرح کر لیا تو اچھا ہے، اور اگر نہ کیا تو کوئی گناہ نہیں، البتہ اگر کسی کو ناخن یا ممنوعہ بال کاٹے ہوئے چالیس دن ہو چکے ہوں یا دس ذوالحجہ تک اکتالیسواں دن ہونے والا ہو تو اب اس کو نہ کاٹنے کا گناہ ملے گا۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت مجددِ دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: یہ حکم صرف استحبابی ہے، کرے تو بہتر نہ کرے تو مضائقہ نہیں، نہ اس کو حکم عدولی کہہ سکتے ہیں، نہ قربانی میں نقص آنے کی کوئی وجہ، بلکہ اگر کسی شخص نے 31 دن سے کسی عذر کے سبب خواہ بلا عذر ناخن تراشے ہوں، نہ خط بنوایا ہو کہ چاند ذی الحجہ کا ہو گیا، تو وہ اگرچہ قربانی کا ارادہ رکھتا ہو، اس مستحب پر عمل نہیں کر سکتا کہ اب دسویں تک رکھے گا تو ناخن وخط بنوائے ہوئے اکتالیسواں دن ہو جائے گا، اور چالیس دن سے زیادہ نہ بنوانا گناہ ہے، فعلِ مستحب کے لئے گناہ نہیں کر سکتا۔ (فتاوی رضویہ، جلد 20، صفحہ 353، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مفتی صاحب مزید فرماتے ہیں: بلکہ جو قربانی نہ کر سکے وہ بھی اس عشرہ (یعنی ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن) میں حجامت نہ کرائے، بقرہ عید کے دن بعدِ نمازِ عید حجامت کرائے تو ان شاء اللہ عزوجل (قربانی کا) ثواب پائے گا۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، قربانی کا باب، جلد 2، صفحہ 370، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

06 ذوالحجۃ الحرام 1432ھ، 03 نومبر 2011ء

دار الافتاء فیضانِ شریعت المفتی ابو اطہر محمد اظہر عطاری المدنی

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

الکریم گارڈن فیز 1، مین مارکیٹ مناواں لاہور +92 321 4061265

فلسفہ قربانی اور ملحد کو جواب

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ میں آئندہ قربانی نہیں کروں گا کہ کسی معصوم کی جان لینے سے اللہ عزوجل کیسے خوش ہوگا؟ اور یہ کون سی صحیح بات ہے کہ کسی کی یاد تازہ کرنے کیلئے کسی کی جان کو قربان کیا جائے اور اسے تکلیف پہنچائی جائے؟ سائل: محمد جنید (لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

آجکل کفارِ عیار و بداطوار مختلف ذرائع استعمال کرتے ہوئے دین کے بارے میں کم علم رکھنے والے بھولے بھالے مسلمانوں میں اِلحاد و بے دینی عام کرنے کی سازشیں اوران کے ذہنوں میں اسلام کے سنہرے اصولوں اور بہترین طریقوں کے بارے میں وساوس اور شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں جس کا شکار بالخصوص وہ طبقہ ہے جو فقط دنیاوی لحاظ سے تعلیم یافتہ ہونے پر ہی اکتفا کئے ہے، اور دینی علوم سے دور اور مذہبی فکر سے محروم ہے۔ مذکورہ نظریات کے حامل کو بھی یقیناً اسلامی احکام کی درست معلومات اوران میں پوشیدہ حکمتوں کے بارے میں پورے طور پر آگاہی نہ ہونے کی وجہ سے کچھ اشکالات پیدا ہوئے ہیں۔ ایسوں پر لازم ہے کہ وہ خود کو کفار و شیاطین کے وساوس کی آماجگاہ نہ بنائیں۔ کسی بے دین کی صحبت اختیار کریں نہ اس کی تحریر وتقریر کے ذریعے اپنے ایمان کی بربادی کا سامان کریں۔ پھر اگر بالفرض کسی طرح کوئی وسوسہ ذہن میں جاگزیں ہوکر تشویش کا باعث بن بھی رہا ہو تو اس سے پہلے کہ خدانخواستہ اسلام کے بارے میں کوئی غلط نظریہ قائم کر کے اپنے ایمان سے ہاتھ دھوئیں علماء حقہ سے درست اسلامی معلومات حاصل کر کے اس کا فوری وکامل تدارک وسدباب کریں۔

مذکورہ مسئلے کے بارے میں تفصیلی گفتگو سے پہلے یہ بات ذہن نشین فرما لیجئے کہ چونکہ سب مخلوقات اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہیں، اس لئے حقیقت میں کسی کا کوئی حق نہیں مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقرر فرمایا۔ لہٰذا یہ بات واضح رہے کہ حیوانات میں سے بھی ہر ایک کے

وہی حقوق ہیں جو پروردگارِ عالم جل جلالہ نے اس کے لئے بیان فرمائے وگرنہ کسی کا اصلاً کوئی حق نہیں۔ حیوان تو حیوان خود حضرت انسان جو اشرف المخلوقات ہونے کا شرف رکھتے ہیں ان کے جملہ حقوق اس غنی قدیر، رؤف ورحیم، رب الارباب عزوجل کے دست قدرت کے مرہون منت ہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام والمسلمین، امام اہلسنت، مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت، الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ارشاد فرماتے ہیں: ''ہم بھی اسی کے اور ہمارے حقوق بھی اسی کے مقرر فرمائے ہوئے، اگر وہ ہمارے خون ومال وعزت وغیرہا کو معصوم ومحترم نہ کرتا تو ہمیں کوئی کیسا ہی آزار پہنچاتا نام کو بھی ہمارے حق میں گرفتار نہ ہوتا۔ یوہیں اب اس حرمت وعصمت کے بعد بھی جسے چاہے ہمارے حقوق چھوڑ دے ہمیں کیا مجال عذر ہے مگر اس کریم رحیم جل وعلا کی رحمت کہ ہمارے حقوق کا اختیار ہمارے ہاتھ رکھا ہے۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 24، صفحہ 460، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جب حقیقت یہ ہے تو جانوروں کے بارے میں بھی وہی امور ناجائز ولازم الاحتراز ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا، اور جس بات کی اللہ تعالیٰ نے اجازت عطا فرمائی وہ ضرور مباح وجائز ہے۔ باقی محض اپنی طرف سے خوامخواہ کا احساسِ حق تلفی اور خود ساختہ رحم دلی سراسر خام خیالی اور مبنی بر لاعلمی ونادانی ہے۔ بلکہ مذکورہ وہم تو شیوۂ بعض کفار، خصوصاً ہنود ناہنجار کی فکرِ ناپائیدار ہے کہ وہ اپنی بدعقل کے فتور وخلل کی بنا پر قربانی کے مبارک عمل کو تو ظلم جانتے ہیں اور خود اپنی لذتِ کام ودہن (یعنی منہ کے ذائقے کی لذت) کے لئے روزانہ سینکڑوں جاندار موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ جراثیم کش ادویات استعمال کرتے اور اپنے زعم کی لاکھوں معصوم جانوں کی ہتھیا اور ہلاکت کا باعث بننے میں کچھ رحم دلی کا مظاہرہ نہیں کرتے۔

جانوروں کے بارے میں یہ زعم قائم کرنا کہ انہیں ذبح کرنا گویا ان پر زیادتی وظلم ہے یہ اس حقیقت سے ناواقفی ہی پر مبنی ہے کہ ان جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے مسخر فرمایا اور ان سے انتفاع (ان پر سواری اور ان کا دودھ اور گوشت وغیرہ استعمال میں لاکر نفع اٹھانا) مباح فرمایا ہے، بلکہ ان جانوروں کو پیدا ہی انسانوں کے نفع کیلئے کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: {أولم یروا أنا خلقنا لھم مماعملت ایدینا أنعاما فھم مالکون ٥ وذللناھا لھم فمنھا رکوبھم و منھا یاکلون ٥ ولھم فیھا منافع و مشارب أفلا یشکرون} ترجمہ: کیا انہیں نہیں سوجھتا کہ ہم نے اپنی قدرتی بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لئے چوپائے پیدا فرمائے تو وہ ان کے مالک ہیں اور ہم نے ان چوپاؤں کو ان کا مسخر کردیا تو ان میں کسی پر سوار ہوتے ہیں اور کسی کا گوشت کھاتے ہیں، اور ان کے لئے ان میں منافع ہیں اور پینے کی چیز، تو کیا شکر نہیں کریں گے۔ (سورۃ الانعام: آیت 144)

ان جانوروں کے گوشت میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے بے شمار مصلحتیں رکھی ہیں، بلکہ طبعی اعتبار سے اصل غذائے انسان ہی گوشت ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت فرماتے ہیں: ''اور کتبِ حکمت بھی شاہد کہ اصل غذا انسان کی گوشت ہے، عناصر غذائے نباتات، نباتات غذائے حیوانات، حیوانات غذائے انسان، اور بیشک اس کے کھانوں میں جو منفعتیں اور ہمارے جسم کی اصلاحیں اور ہمارے قویٰ کی افزائشیں ہیں اس کے غیر سے حاصل نہیں۔''

(فتاوی رضویہ، جلد 14 صفحہ، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اور نبی مکرم، رسول محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گوشت کو دنیا وآخرت کے سب کھانوں کا سردار اور سب سے افضل وبہتر فرمایا ہے۔ جیسا

کہ سنن ابن ماجہ میں حدیث شریف ہے۔ "عن ابی الدرداء قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید طعام اھل الدنیا واھل الجنۃ اللحم" (سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب اللحم، حدیث: 3305، جلد 2، صفحہ 1099، بیروت)

نیز ان کی قربانی کا حکم بھی اسی پروردگار عالم عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے سترھویں پارہ، سورہ حج کے پانچویں رکوع میں فرماتا ہے: {والبدن جعلنا ھا لکم من شعائر اللہ لکم فیھا خیر فاذکروا اسم اللہ علیھا صواف فاذا وجبت جنوبھا فکلوا منھا وأطعموا القانع والمعترط کذٰلک سخرنھا لکم لعلکم تشکرون} ترجمہ: "اور قربانی کے ڈیل دار جانوروں کو کیا ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیاں۔ تمہارے لئے ان میں بھلائی ہے۔ تو اللہ کا نام لو ان پر کھڑے ہوئے، پھر جب ان کی کروٹیں گر جائیں تو خود کھاؤ، اور صبر سے بیٹھنے والے اور مانگنے والے کو کھلاؤ، یہ ہیں ہم نے ان جانوروں کو تمہارے بس میں کر دیا ہے کہ تم احسان مانو، قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہیں۔"

تو جس پروردگار نے ان جانوروں کو پیدا فرمایا اور ہمارے لئے ان سے انتفاع جائز فرمایا اسی رب کائنات عزوجل کے حکم پر اگر ہم انہیں قربان کریں تو یہ معاذ اللہ تعالیٰ ہرگز ان پر ظلم اور زیادتی نہیں ہے، بلکہ قطعاً اطاعتِ رب کونین اور عین سعادت دارین ہے۔

پھر سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی یاد بھی کیوں منائی جاتی ہے، ذرا اس پر بھی تو غور کیجئے۔

انہیں جب اپنے رب عزوجل کی طرف سے اپنے اس عزیز بیٹے کی قربانی کا حکم ملا جو دعاؤں کا مانگا، بڑھاپے کا سہارا تھا تو انہوں نے بلا چون و چرا اس پروردگارِ عالم جل جلالہ کی اطاعت کی اور بیٹے کی قربانی کا وہ عظیم اور یادگار واقعہ پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس عظیم قربانی کو قبول فرما کر اپنی رضا سے سرفراز فرمایا اور یہ واقعہ اپنے پاکیزہ کلام میں بیان فرمایا اور بعد والی امتوں میں اس کی یاد بطور قربانی لازم فرما دی۔ چنانچہ قرآن پاک کا فرمان ہے: {رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ (100) فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ (101) فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ (102) فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ (103) وَنَادَيْنَاهُ أَن يَا إِبْرَاهِيمُ (104) قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (105) إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ (106) وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ} ترجمۂ کنز الایمان: "(حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی) الٰہی! مجھے لائق اولاد دے۔ تو ہم نے اسے خوشخبری سنائی ایک عقل مند لڑکے کی۔ پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہو گیا، کہا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب دیکھا میں تجھے ذبح کرتا ہوں، اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے؟ کہا: اے میرے باپ! کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے، خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔ تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا اس وقت کا حال نہ پوچھ، اور ہم نے اسے ندائی فرمائی: اے ابراہیم! بیشک تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔ بیشک یہ روشن جانچ تھی، اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے کر اسے بچا لیا۔ اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی۔ سلام ہو ابراہیم پر۔ ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔" (سورۃ صافات: آیت 101 تا 107)

ان آیات مبارکہ کے تحت مفسر شہیر مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی تفسیر نور العرفان میں فرماتے ہیں: "خیال رہے کہ ابراہیم علیہ

السلام نے جانی، مالی، وطنی قربانیاں پہلے پیش فرما دی تھیں۔ یہ اولاد کی قربانی پیش کی کہ جس فرزند کو اپنی آخری عمر میں بہت دعاؤں کے بعد پایا، جو گھر کا اجالا، گود کا پالا، آنکھوں کا نور تھا، اسے اپنے ہاتھ سے ذبح فرمایا۔ لہٰذا سب سے بڑا امتحان یہی ہوا۔" مزید فرمایا: "معلوم ہوا کہ بڑے اہم واقعات کی یادگاریں قائم کرنا حکمِ شرعی ہے۔ بقرعید کی نماز، قربانی، تکبیر سب حضرت ابراہیم کی یادگاریں ہیں۔"

سورۃ النحل میں فرمان باری تعالیٰ ہے: {ثم أو حينا إليک أن اتبع ملة إبراهيم حنيفاً} ترجمۂ کنز الایمان: "پھر ہم نے تمہیں وحی بھیجی کہ دین ابراہیم کی پیروی کرو جو ہر باطل سے الگ تھا اور مشرک نہ تھا۔" (سورۃ النحل: آیت 123)

اس آیت میں ہمیں بھی دین ابراہیم کی پیروی کا حکم ہے، اور حضرت زید بن ارقم سے مروی حدیث شریف میں ہے کہ صحابہ کرام علیہ الرضوان نے استفسار کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم! یہ قربانیاں کیسی ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سنة أبيكم إبراهيم۔" یعنی یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث 3127)

معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام کی اتباع میں ہم پر بھی قربانی واجب ہے۔ ہمارے پیارے نبی، مکی مدنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی قربانی فرمائی اور آج تک تمام امت قربانی کرتی چلی آئی ہے۔

فتاوی فقیہہ ملت میں ہے: "پھر خدائے تعالیٰ نے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا: {فصل لربک و انحر} اسی لئے حضور علیہ الصلاۃ والسلام، صحابہ کرام، تابعین عظام، آئمہ اسلام، فقہائے اعلام، مفسرینِ فہام اور محدثینِ ذوی الاحترام نے قربانیاں کیں۔ بلکہ ساری دنیا کے مسلمان چودہ سو سال سے قربانیاں کرتے چلے آئے اور کیوں نہ کریں کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: من وجد سعة و لم يضح فلا يقربن مصلانا۔ یعنی جس میں وسعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب ہرگز نہ آئے۔" (فتاوی فقیہہ ملت، جلد 2، صفحہ 240، شبیر برادرز، لاہور)

اور غور کیجئے کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کرکے اپنے عزیز بیٹے کی قربانی کرنے کو تیار ہو گئے۔ اب ہم اپنے پروردگار کے حکم پر ایک جانور بھی قربان نہ کریں بلکہ اس عمل کو ہی معاذ اللہ تعالیٰ نامناسب خیال کریں تو کس قدر دوں ہمتی، ناشکری اور سرکشی کی بات ہے۔ نیز یہ بھی ہے کہ بحمد اللہ تعالیٰ دینِ اسلام کے تمام احکام میں انسانوں اور ساتھ ہی ساتھ حیوانوں وغیرہ کے لئے بھی بہت سی حکمتیں موجود ہیں۔ قربانی میں بھی جہاں انسانوں کے لئے منفعتیں ہیں وہاں جانوروں پر بھی کئی طرح کی شفقتیں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ جانور جو دیگر جانوروں کی طرح طبعی عمر تمام ہونے پر مختلف اذیتوں کے ساتھ سسک سسک کر مرتا، اسے اللہ کے نام پر آسان موت ملتی ہے۔ پھر اس جانور کو دوسروں سے کیسا امتیاز و تفوّق حاصل ہو جاتا ہے کہ دوسرے جانور بروز قیامت مٹی ہو جائیں گے جبکہ قربانی کے جانور بحکم حدیث قربانی کرنے والوں کی سواری بنیں گے اور جنت میں جائیں گے۔ چنانچہ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ السامی نے اپنے مقالہ فلسفۂ قربانی میں امام سیدنا رازی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کی تفسیر کبیر کی یہ عبارت ذکر کرکے: "ان قوله {فصل} إشارة إلى التعظيم لأمر الله، و قوله {و انحر} إشارة إلى الشفقة على خلق الله۔" (یعنی اللہ تعالیٰ کے فرمان {فصل} میں امر الٰہی کی تعظیم اور {و انحر} میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت کی طرف اشارہ ہے۔) (تفسیر رازی، جلد 11، صفحہ 318) اس کے بعد فرمایا: "(اس

شفقت علی خلق اللہ) کے کئی پہلو ہیں۔ایک یہ کہ قربانی کے جانور ذبح ہونے کے بعد حدیث صحیح کے مطابق جنت میں جائیں گے۔اس پہلو سے جانوروں پر شفقت ہوئی۔" (مقالات کاظمی، جلد 1 ،صفحہ 446،مکتبہ ضیائیہ، راولپنڈی)

ہاں، شریعتِ اسلامیہ نے ہم پر یہ بات لازم کی ہے کہ جانور ذبح کرنے میں اسے بے ضرورت وزائد تکلیف ہرگز نہ دی جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں سے مُنتفع ہونے (یعنی نفع اٹھانے) کی جہاں تک اجازت دی ہے اسی حد میں رہنا ضروری ہے۔بحمد اللہ تعالیٰ ہمارا اسلام وہ دین مبین ہے جس نے انسانوں کے ساتھ ساتھ جانوروں کے بھی حقوق مقرر فرمائے اور ہر ایک کے ساتھ اس کے حسبِ مرتبہ حسن وخوبی کے برتاؤ کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ کفار سے جہاد میں بھی احسن انداز میں قتال کرنے ،مقتولین کے اعضاء کا مثلہ نہ کرنے اور عورتوں، بچوں اور ضعیفوں وغیرہ پر بلاوجہ ہاتھ نہ اٹھانے وغیرہ امور کا لحاظ رکھنے کا فرمایا ہے۔اسی طرح جانوروں کے ذبح میں بھی ہمیں خوبی اختیار کرنے کی تنبیہہ فرمائی ہے۔ چنانچہ بہار شریعت میں نبی اکرم رسول محتشم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف ہے:"صحیح مسلم میں شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر چیز میں خوبی کرنا لکھ دیا ہے لہذا قتل کرو تو اس میں بھی خوبی کا لحاظ رکھو (یعنی بے سبب اس کو ایذا مت پہنچاؤ) اور ذبح کرو تو ذبح میں خوبی کرو اور اپنی چھری کو تیز کر لے اور ذبیحہ کو تکلیف نہ پہنچائے۔" (بہار شریعت، جلد 3، حصہ 15، صفحہ 114، مکتبہ رضویہ)

لہذا ذبح کرنے میں جانور کو بلاوجہ تکلیف پہنچانا ضرور اس پر ظلم اور ممنوع وناجائز ہے۔ چنانچہ صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی ارشاد فرماتے ہیں:"ہر وہ فعل جس سے جانور کو بلا فائدہ تکلیف پہنچے مکروہ ہے مثلاً جانور میں ابھی حیات باقی ہو ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال اتارنا، اس کے اعضاء کاٹنا یا ذبح سے پہلے اس کے سر کو کھینچنا کہ رگیں ظاہر ہوجائیں یا گردن کو توڑنا۔"
(بہار شریعت، جلد 3، حصہ 15، صفحہ 118، مکتبہ رضویہ، کراچی)

ذبح کا طریقہ بیان کرتے ہوئے خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صاحبِ بہار شریعت، صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں،"اس طرح ذبح کرے کہ چاروں رگیں کٹ جائیں یا کم سے کم تین رگیں کٹ جائیں۔ اس سے زیادہ نہ کاٹیں کہ چھری گردن کے مہرہ تک پہنچ جائے کہ یہ بے وجہ کی تکلیف ہے۔ پھر جب تک جانور ٹھنڈا نہ ہوجائے یعنی جب تک اس کی روح بالکل نہ نکل جائے اس کے نہ پاؤں وغیرہ کاٹیں نہ کھال اتاریں۔" ایک اور جگہ فرمایا،"جب تک جانور ذبح کے بعد ٹھنڈا نہ ہوجائے اس کا کوئی عضو کاٹنا مکروہ ہے۔" (بہار شریعت، جلد 3، حصہ 15، صفحہ 128، 150 مکتبہ رضویہ)

امیر اہلسنت، میرے پیر ومرشد حضرت علامہ مولانا محمد الیاس قادری دامت برکاتہم العالیہ ذبح کے وقت کے بعض ظلموں کے بارے میں منع کرتے ہوئے قربانی سے متعلق اپنے ایک رسالے"ابلق گھوڑے سوار" ارشاد فرماتے ہیں:"بعض لوگ گائے کو جلدی ٹھنڈی کرنے کے لئے ذبح کے بعد اس کی گردن کی کھال ادھیڑ کر چھری گھونپ کر اس کے دل کی رگیں کاٹ دیتے ہیں، یونہی ذبح کے فوراً بعد بکرے کی گردن چٹخ دیتے ہیں، جانوروں پر یہ بے جا ظلم نہ کئے جائیں۔ جس سے بن پڑے جانوروں پر ہونے والے یہ ظلم رکوائے۔"
(ابلق گھوڑے سوار، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

آپ نے قربانی کے تعلق سے جو بات ذکر کی ہے یہ کفر ہے کیونکہ قربانی اسلامی شعار ہے اور شعائر دینی میں سے کسی کا انکار کفر ہے اور سوال کے سیاق وسباق سے بھی ظاہر ہورہا ہے کہ مذکورہ شخص معاذ اللہ قربانی کو ظلم سمجھتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس کام کو خوشنودی کا ذریعہ قرار دیا یہ اس کو غلط سمجھتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرآن مجید میں فرمان عالیشان ہے: {فصل لربک وانحر} ترجمہ: ''تو تم اپنے رب کیلئے نماز ادا کرو اور قربانی کرو۔''

سیدی اعلیٰ حضرت، مجدد دین وملت فتاوی رضویہ شریف میں ارشاد فرماتے ہیں: ''قربانی کو ظلم کہنے والا کافر ہے۔''

(فتاوی رضویہ شریف، جلد 14، صفحہ 356، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

چنانچہ مذکورہ نظریات رکھنے والا اگر مدعی اسلام تھا تو وہ مرتد ہوگیا۔ مرتد، کافر اصلی سے بدتر ہوتا ہے۔ دنیا میں اس کی سزا قتل ہے جو ذمۂ سلطان اسلام ہے اور آخرت میں ابدی رسوائی و ہمیشہ ہمیشہ کا عذابِ جہنم ہے، کیونکہ اس نے اسلام کی نعمت پانے کے بعد اسے جھٹلایا، اللہ تعالیٰ کی معرفت کے بعد اس کی ربوبیت کا انکار کیا اور دین اسلام کی توہین کی، تو اس سے بڑھ کر مجرم و مستحق عذابِ جہنم کون ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: {يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ} ترجمۂ کنز الایمان: ''جس دن کچھ منہ اونجالے (روشن) ہوں گے اور کچھ منہ کالے تو وہ جن کے منہ کالے ہوئے کیا تم ایمان لا کر کافر ہوئے تو اب عذاب چکھو اپنے کفر کا بدلہ۔'' (سورۂ آل عمران، آیت 106)

علامہ مولانا مفتی محمد قاسم قادری عطاری مدظلہ العالی کی کفریہ کلمات کے موضوع پر لکھی ہوئی کتاب ''ایمان کی حفاظت'' کے مقدمے میں ہے: ''کفر کی آفت اتنی شدید ہے کہ کفر پر موت رب تعالیٰ کی دوامی ناراضی اور جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کا سبب ہے۔ کافر شخص کبھی فلاح نہیں پا سکتا۔ اللہ تعالیٰ اسے کچھ بھی معاف نہ فرمائے گا۔ رسول اکرم نور مجسم شفیعِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی اس کی شفاعت نہ فرمائیں گے۔ غور فرمایئے! کفر پر مرنے والے کی کبھی نجات نہ ہوگی۔ اسے اپنی نہ ختم ہونے والی زندگی عذاب میں گزارنا پڑے گی۔'

(ایمان کی حفاظت، صفحہ 7)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: {وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ} ترجمہ: ''تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے اور کفر کی حالت میں مرے اس کے تمام اعمال دنیا اور آخرت میں رائیگاں ہیں اور وہ لوگ جہنمی ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے۔'' (سورۃ البقرۃ: آیت 217)

لہٰذا مذکورہ شخص پر لازم اشد لازم ہے کہ فوراً فوراً گھبرا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع کرے اور خوب گڑگڑا کر اپنے ان کفریہ اعتقادات سے توبہ کر کے جلد از جلد تجدید ایمان (یعنی نئے سرے سے اسلام قبول) کرے۔

تجدید ایمان کا طریقہ یہ ہے کہ یوں کہے۔ اے اللہ! مجھ سے جو یہ قربانی کو غلط سمجھنے والا کفر سرزد ہوا میں اس سے بیزار ہوں اور میں اس سے توبہ کرتا ہوں۔ پھر یہ کلمہ پڑھ لے: ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم'' یعنی اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ پھر اگر بیوی والا ہے تو دو مسلمان مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی میں

نئے سرے سے نئے مہر پر نکاح کرے۔ قاضی سے نکاح پڑھوانا ضروری نہیں بلکہ مذکورہ گواہوں کی موجودگی میں خود بھی عورت سے کہہ سکتا ہے میں نے تجھ سے نکاح کیا وہ کہے میں نے قبول کیا۔

ہر مسلمان بالخصوص کمزور ایمان والوں کیلئے نہایت ضروری ہے کہ ملحد و دین بیزار قسم کے لوگوں کی صحبت اور لٹریچر سے دور و نفور رہیں اور خدا نخواستہ اس طرح کا کوئی وسوسہ ذہن میں آئے تو فوراً فوراً علماء اسلام و سنت کی بارگاہ میں رجوع کر کے اس کا ازالہ کریں۔ اس کے علاوہ خود بھی کتبِ اسلامیہ کا مطالعہ کر کے علمِ دین حاصل کریں اور ایسی صحبت اختیار کریں جو اللہ و رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارا تعلق مضبوط سے مضبوط تر کرتی رہے۔ ان شاء اللہ عزوجل علماء کرام کی رہنمائی و علم دین اور اچھے ماحول کی صحبت کی برکت سے ان کفار و بے دین اشرار کے وسوسوں سے نجات ملے گی۔

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

17 ذوالقعدۃ 1439ھ 31 جولائی 2018ء

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

دارالافتاء فیضان شریعت

الکریم گارڈن فیز1، مین مارکیٹ مناواں لاہور ☎ +92 321 4061265

قربانی کی بجائے اگر غریب کی مدد کردوں تو؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ میری کزن بہت بیمار ہے تو کیا میں اپنی قربانی کرنے کی بجائے اس کی امداد میں رقم لگا سکتا ہوں، یا قربانی کے ایام میں جانور ذبح کئے بغیر وہی جانور کسی غریب کو دے سکتا ہوں، یا جانور میں جس قدر گوشت ہے اتنا گوشت غرباء ومساکین وغیرہ میں تقسیم کردوں اور جانور ذبح نہ کروں تو کیا میری قربانی ہوجائے گی؟ سائل: محمد اکبر (لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جی نہیں! اگر آپ پر قربانی واجب ہے تو قربانی کے ایام میں آپ کے ذمہ سے قربانی کا وجوب بغیر قربانی کئے ساقط نہ ہوگا اور نہ ہی اپنی کزن کے علاج کے لئے رقم خرچ کرنا قربانی کے قائم مقام ہوسکتا ہے، اسی طرح قربانی کے لئے خریدے گئے جانور کو ذبح کئے بغیر جانور کو صدقہ کرنے سے قربانی ہوتی ہے اور نہ ہی جس قدر جانور میں گوشت ہے اسی قدر گوشت صدقہ کردینے سے قربانی کا وجوب ساقط ہوگا کیونکہ مخصوص وقت میں مخصوص جانور کو ذبح کرنے کا نام قربانی ہے۔ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی (متوفی 875ھ) لکھتے ہیں "(ومنها) أن لا يقوم غيرها مقامها حتى لو تصدق بعين الشاة أو قيمتها في الوقت لا يجزيه عن الأضحية؛ لأن الوجوب تعلق بالإراقة والأصل أن الوجوب إذا تعلق بفعل معين أنه لا يقوم غيره مقامه كما في الصلاة والصوم وغيرهما" ترجمہ: جانور ذبح کرنے کے علاوہ کوئی اور چیز اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتی۔ حتی کہ اگر کسی نے بکری یا اس کی قیمت قربانی کے وقت میں صدقہ کردی تو یہ قربانی نہ ہوگی کیونکہ وجوب کا تعلق خون بہانے سے ہے۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جب وجوب کا تعلق کسی فعل معین سے ہو تو کوئی دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتی جیسا کہ نماز وروزے کی جگہ کوئی اور عمل کرنے سے نماز وروزہ ادا نہیں ہوتا۔

(بدائع صنائع، کتاب الاضحیہ، فصل فی انواع کیفیۃ الوجوب، جلد5، صفحہ66، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

حضرت علامہ مولانا محمد امجد علی اعظمی فرماتے ہیں ”قربانی کے وقت میں قربانی کرنا ہی لازم ہے کوئی دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتی مثلاً بجائے قربانی اس نے بکری یا اس کی قیمت صدقہ کر دی یہ ناکافی ہے۔“

(بہارِ شریعت، صفحہ 135، جلد 3، حصہ 15، مکتبہ رضویہ کراچی)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”لا یقوم غیرھا مقامھا فی الوقت حتی لو تصدق بعین الشاۃ أو قیمتھا فی الوقت لا یجزئہ عن الأضحیۃ۔“ خلاصہ اوپر گزر چکا ہے

(فتاویٰ عالمگیری، کتاب الاضحیہ، صفحہ 293، جلد 5، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبـــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

20 ذوالحجۃ الحرام 1438ھ 12 ستمبر 2017ء

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

ایک بکرے کی قربانی تمام گھر والوں کی طرف سے

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ

(1) قربانی واجب ہونے کا نصاب کتنا ہے؟

(2)اگر گھر میں سے دو یا تین افراد پر قربانی واجب ہے کیا سب مل کر ایک بکرا کر دیں تو کیا سب کی قربانی ہو جائے گی؟

سائل: کلیم عطاری (مغلپورہ، مرکز الاولیاء لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(1) قربانی کے وجوب میں نصاب سے مراد یہ ہے کہ اس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی ہو یا ان کے مساوی رقم یا کوئی دوسری شے جو اس کی حاجت اصلیہ کے علاوہ ہو اور وہ ساڑھے باون تولہ چاندی کے مساوی ہو تو اس پر قربانی وفطرہ واجب ہو جائے گا۔ردالمحتار میں ہے ”(والیسار الخ) بان ملک مائتی درھم او عرضاً یساویھا غیر مسکنۃ وثیاب اللبس او متاع یحتاجہ“ ترجمہ: نصاب سے مراد یہ ہے کہ دوسو درہم (ساڑھے باون تولے چاندی) یا گھر، پہننے کے کپڑوں اور جس سامان کی طرف اسے احتیاج ہو کے علاوہ ایسا سامان جو اتنے دراہم کے برابر ہو۔ (درمختار مع ردالمحتار، کتاب الاضحیۃ، جلد6، صفحہ312، دارالفکر، بیروت)

فتاوی رضویہ میں ہے ”قربانی واجب ہونے کے لئے صرف اتنا ضرور ہے کہ وہ ایام قربانی میں اپنی تمام اصل حاجتوں کے علاوہ 56 روپیہ (ساڑھے باون تولے چاندی) کے مال کا مالک ہو، چاہے وہ مال نقد ہو یا بیل بھینس یا کاشت، کاشتکار کے بل بیل اس کی حاجت اصلیہ میں داخل ہیں ان کا شمار نہ ہو۔“ (فتاوی رضویہ، جلد20، صفحہ370، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) قربانی ہر اس مسلمان پر واجب ہے جو مقیم، بالغ، آزاد، اور صاحب نصاب ہو لہٰذا قربانی گھر کے صرف ایک ہی فرد پر واجب نہیں ہوتی بلکہ گھر میں جتنے افراد میں مذکورہ شرائط پائی جاتی ہوں ان تمام پر واجب ہے۔ایک ہی بکرا سب کی طرف سے کفایت نہیں کرے

گا۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:''ایک قربانی نہ سب کی طرف سے ہوسکتی ہے، نہ سوا مالک نصاب کے کسی اور پر واجب ہے۔اگر اس کی نابالغ اولاد میں کوئی خود صاحب نصاب ہو تو وہ اپنی قربان جدا کرے۔یونہی زکوٰۃ جس جس پر واجب ہے یہ الگ الگ دیں، ایک کی زکوٰۃ سب کی طرف سے نہیں ہوسکتی۔جو چیز واجب شرعی نہیں مثلاً صدقہ نفل و میلاد مبارک وہ بھی ایک کے کرنے سے سب کی طرف سے نہ قرار پائے گا۔'' (فتاوٰی رضویہ، جلد20، صفحہ369، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

18 ذی القعدہ 1433ھ 06 اکتوبر 2012ء

دار الافتاء فیضان شریعت المفتی ابو اطہر محمد اظہر عطاری المدنی

قرآن وسنت سے ثابت شدہ فتاوٰی جات پڑھنے اور

دیگر اسلامی و اصلاحی پوسٹس حاصل کرنے کے لئے ہمارے پیج

(Faizan e Shariat Foundation)

کو ضرور لائک کریں۔اور اگر آپ ہماری تمام تر پوسٹس وٹس ایپ پر چاہتے ہیں

تو ہمارے اس نمبر پر رابطہ کریں: +92 321 4061265

www.faizaneshariat.org www.faizaneshariat.com

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

گائے کی قربانی میں عقیقہ کا حصہ ملانا کیسا؟

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ کیا گائے کی قربانی میں عقیقے کا حصہ ملایا جاسکتا ہے؟ وضاحت فرمادیں۔

سائل: غلام مصطفی (لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جی ہاں! گائے کی قربانی میں عقیقے کا حصہ ملایا جاسکتا ہے کیونکہ قربانی کے سب شرکاء کی نیت تقرب الی اللہ (ثواب کی نیت) ہونا ضروری ہے، یہ ضروری نہیں کہ وہ تقرب ایک ہی قسم کا ہو مثلاً سارے قربانی ہی کرنا چاہتے ہوں بلکہ اگر تقرب کی جہتیں مختلف ہوں مثلاً ایک شریک اپنی واجب قربانی کرنا چاہتا ہے دوسرا شریک نفلی قربانی کرنا چاہتا ہے تیسرا شریک حج تمتع کا دم دینا چاہتا ہے اور چوتھا شریک حج قران کا دم دینا چاہتا ہے وعلی ہذا القیاس تو تب بھی قربانی جائز ہے اور عقیقہ بھی تقرب الی اللہ کی ایک صورت ہے لہٰذا عقیقہ اور قربانی کی شرکت بھی درست ہے۔فقیہ النفس امام قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ فتاوی قاضی خان میں فرماتے ہیں: ”ولو نوی بعض الشرکاء الاضحیۃ وبعضھم ھدی المتعۃ وبعضھم ھدی القران وبعضھم جزاء الصید وبعضھم دم العقیقۃ لولادۃ ولد ولد لہ فی عامہ ذالک جاز عن الکل فی ظاھر الروایۃ“ ترجمہ: قربانی کے جانور میں شریک بعض حصہ داروں نے قربانی کی نیت کی اور بعض نے حج تمتع کے دم کی نیت کی اور بعض نے حج قران کے دم کی نیت کی اور بعض نے شکار کی جزا کی نیت کی اور بعض نے عقیقہ کے خون کی نیت کی بچے کی ولادت کی وجہ سے جو اسی سال اس کے ہاں پیدا ہوا ہے ظاہر الروایۃ میں یہ قربانی سب کی طرف سے جائز ہے۔

(فتاوی قاضی خان، کتاب الاضحیۃ، فصل فیما یجوز فی الضحایا ومالا یجوز، جلد 3، صفحہ 237، مطبوعہ کراچی)

بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع میں ہے ”ولو ارادوا القربۃ الاضحیۃ او غیرھا من القرب اجزاھم سواء کانت القربۃ واجبۃ او تطوعا او وجبت علی البعض دون البعض وسواء اتفقت جھات القربۃ او اختلفت بان ارادبعضھم الاضحیۃ وبعضھم جزاء الصید وبعضھم ھدی الاحصار وبعضھم کفارۃ شیء اصابہ فی احرامہ وبعضھم ھدی التطوع وبعضھم

دم المتعۃ و القران وھذا قول اصحابنا الثلاثۃ۔۔و کذالک ان اراد بعضھم العقیقۃ عن ولد ولد لہ من قبل لان ذالک جھۃ التقرب الی اللہ تعالی‘‘ترجمہ: اور اگر قربانی کے شرکاء نے قربت کا ارادہ کیا وہ قربت قربانی ہو یا کوئی اور قربت ان کے لیے کافی ہے برابر ہے کہ وہ قربت واجبہ ہو یا نافلہ یا بعض پر واجب ہو اور بعض پر واجب نہ ہو برابر ہے کہ قربت کی جہات متفق ہوں یا مختلف بایں معنی کہ ان میں سے بعض نے قربانی کا ارادہ کیا ہو اور بعض نے شکار کی جزا کا اور بعض نے احصار کے دم کا اور بعض نے کسی ایسی شی کے کفارے کا جو اسے احرم میں پہنچی ہو اور بعض نے نفلی قربانی کا اور بعض نے حج تمتع اور قران کے دم کا ارادہ کیا ہو اور یہی قول ہمارے ائمہ ثلاثہ کا ہے اسی طرح اگر ان میں سے بعض نے اپنے بچے کے عقیقے کا ارادہ کیا جو اس سے پہلے پیدا ہو چکا ہے اس لیے کہ عقیقہ بھی تقرب الی اللہ کی ایک جہت ہے۔ (بدائع الصناع فی ترتیب الشرائع، کتاب الاضحیۃ، جلد 5، صفحہ 72، مطبوعہ بیروت)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بہار شریعت میں فرماتے ہیں: ’’قربانی کے سب شرکا کی نیت تقرُّب کی ہو اس کا یہ مطلب ہے کہ کسی کا ارادہ گوشت نہ ہو اور یہ ضرور نہیں کہ وہ تقرب ایک ہی قسم کا ہو مثلاً سب قربانی ہی کرنا چاہتے ہیں بلکہ اگر مختلف قسم کے تقرب ہوں وہ تقرب سب پر واجب ہو یا کسی پر واجب ہو اور کسی پر واجب نہ ہو ہر صورت میں قربانی جائز ہے مثلاً دَمِ اِحصار اور احرام میں شکار کرنے کی جزا اور سر منڈانے کی وجہ سے دَم واجب ہوا ہو اور تمتع و قران کا دَم کہ ان سب کے ساتھ قربانی کی شرکت ہوسکتی ہے۔اسی طرح قربانی اور عقیقہ کی بھی شرکت ہوسکتی ہے کہ عقیقہ بھی تقرب کی ایک صورت ہے۔

(بہار شریعت، حصہ 15، جلد 3، صفحہ 343، مکتبۃ المدینہ کراچی)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

12 شوال المکرم 1435ھ 9 اگست 2014ء

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

الکریم گارڈن فیز1، مین مارکیٹ مناواں لاہور ☎ +92 321 4061265

کیا پیر صاحب کی طرف سے قربانی کر سکتے ہیں؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ کیا شوہر اپنی بیوی کی طرف سے قربانی دے سکتا ہے، کیا بیٹا اپنے والدین کی طرف سے قربانی دے سکتا ہے اور کیا مرید اپنے پیر کی طرف سے قربانی دے سکتا ہے؟ کیا پیر کی اجازت کے بغیر ان کا حصہ قربانی میں ڈال دینے سے باقی حصہ داروں کی قربانی پر کوئی اثر پڑے گا؟

سائل: مولانا ناصر (گوجرنوالہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

شوہر اپنی بیوی کی طرف سے اور بیٹا اپنے والدین کی طرف سے قربانی کر سکتا ہے بشرطیکہ ان کی طرف سے اجازت ہو۔ اسی طرح پیر کی طرف سے بھی اجازت کے ہوتے ہوئے قربانی کرنا جائز ہے۔ بلا اجازت بالغ کی طرف سے قربانی کرنے سے ادا نہیں ہوگی۔ ہاں اگر نابالغ اولاد ہے تو اس کی اجازت کے بغیر بھی ان کی طرف سے قربانی ہو سکتی ہے کیونکہ باپ کو اپنی نابالغ اولاد پر ولایتِ کاملہ حاصل ہوتی ہے۔ البتہ کسی بالغ کی طرف سے قربانی کرنے کے لئے اس کی اجازت ضروری ہے اب چاہے وہ صراحۃً ہو یا دلالۃً۔

(1) صراحۃً اجازت؛ تو ظاہر ہے کہ بول کر یا لکھ کر قربانی کی اجازت دینا۔

(2) دلالۃً اجازت؛ اس طرح کہ کوئی شخص کسی کا وکیلِ مطلق ہو یا اس طرح کہ مثلاً زید عمر کا بیٹا ہے اور زید کا کھانا، پینا، سونا، پہننا سب عمر ہی کرتا ہے۔ اب اگر عمر اپنے بیٹے زید کی طرف سے قربانی کرتا ہے تو بلا اجازت بھی استحسانا قربانی ہو جائے گی۔

پیر یا کسی کی اجازت کے بغیر ان کا حصہ ڈالا گیا تو تمام حصہ داروں کی قربانی نہیں ہوگی۔ پیر سے اجازت لینا ضروری ہے۔ بعض مریدین اپنے پیر سے اجازت لئے بغیر ان کا حصہ قربانی میں شامل کر دیتے ہیں اس طرح کسی کی طرف سے قربانی نہیں ہوتی کیونکہ یہاں یہ علت ہے کہ "نصیب من لم یامر صار لحما فصار الکل لحما" یعنی جس شخص نے حکم ہی نہیں دیا اس شخص کا حصہ محض گوشت ہی ہوگا تو تمام کا

حصہ گوشت ہی ہوجائے گا۔ حالانکہ قربانی میں نیتِ تقرب ضروری ہے۔ تو جب ایک شخص نے حصہ ڈالنے کی اجازت ہی نہیں دی تو وہ قربت کی نیت کیسے کرسکتا ہے۔ نیتِ قربت تو رہی وہ کوئی بھی نیت نہیں کرسکتا۔ پس جب ایک حصہ قربت سے خالی ہوا تو وہ محض گوشت ہی رہ گیا ایک کے قربت سے خارج ہونے سے کسی کی قربانی نہیں ہوگی۔ البتہ گوشت حلال ہوگا۔

یاد رکھیے! اگر کسی پر قربانی اس کے غنی ہونے کی وجہ سے لازم تھی اور اس نے کسی ایسے جانور میں اپنا حصہ شامل کیا جس میں ایک حصہ بغیر اجازت کے شامل کیا گیا تھا جس کی وجہ سے اس کی قربانی نہیں ہوئی اور ایامِ عید بھی گزر گئے تو اس پر ایک متوسط بکری کی قیمت صدقہ کرنا لازم ہوگی۔ آج کل کئی لوگوں میں یہ رواج پڑ گیا ہے کہ اپنے پیر صاحب کی اجازت کے بغیر ان کا حصہ شامل کردیا کرتے ہیں انہیں غور کرنا چاہیے کہ اگر واقعی ان کے پیر صاحب نے ان کو اجازت نہیں دی تو ان کی قربانی نہیں ہوگی۔ اگر ایامِ عید گزر گئے تو ان پر توبہ کے ساتھ ساتھ ایک بکری کی قیمت صدقہ کرنا بھی واجب ہوگا۔

تنبیہ: اگر کوئی شخص اپنے پیر یا کسی کا حصہ قربانی میں ڈالنا چاہتا ہے تو ان سے اجازت لے پھر ایسا کرے۔ اگر صرف انہیں ثواب پہنچانا چاہتا ہے تو اپنی طرف سے ایک حصہ بطورِ نفل شامل کرے اور اس کا ثواب اس شخص کو ایصال کردے۔ ان شاء اللہ عزوجل اسے بھی اجر ملے گا اور انہیں بھی اس کا ثواب پہنچے گا۔ یاد رہے! ایصالِ ثواب زندہ اور مردہ سب کو کیا جاسکتا ہے۔

الشیخ فرید الدین عالم بن العلاء الھندی (المتوفی 786ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "ولیس علی الرجل أن یضحی عن أولاد الکبار، وامراتہ إلا باذنھم" یعنی: مرد پر یہ لازم نہیں کہ وہ اپنی بالغ اولاد اور زوجہ کی طرف سے قربانی کرے بغیر ان کی اجازت کے۔ (الفتاوی التاتارخانیۃ، کتاب الاضحیۃ، الفصل:۱، جلد نمبر:17، صفحہ نمبر:405، مطبوعہ: مکتبہ زکریہ)

علامہ احمد بن محمد الطحطاوی الحنفی (المتوفی 1231ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ولیس علیہ أن یضحی عن أولادہ الکبار وزوجتہ إلا باذن" یعنی: اس پر یہ لازم نہیں کہ اپنی بالغ اولاد اور اپنی زوجہ کی طرف سے بغیر اجازت لئے قربانی کرے۔
(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الاضحیۃ، جلد:11، صفحہ نمبر:10، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ)

شیخ علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی (المتوفی 587ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "تجزئ فیھا النیابۃ فیجوز للانسان ان یضحی بنفسہ وبغیرہ باذنہ، لانھا قربۃ تتعلق بالمال فتجزئ فیھا النیابۃ کاداء الزکاۃ وصدقۃ الفطر" یعنی: قربانی میں نیابت درست ہے، پس ہر انسان کے لئے اپنی اور کسی اور کی قربانی کرنا اُس کی اجازت کے ساتھ جائز ہے۔ کیونکہ قربانی ایسی قربت ہے کہ جس کا تعلق مال سے ہے تو اس میں زکاۃ کی ادائیگی اور صدقۂ فطر کی طرح نیابت درست ہے۔
(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الاضحیہ، فصل فی انواع کیفیۃ الوجوب، جلد نمبر:5، صفحہ نمبر:66، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ)

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں: "وسواء کان الاذن نصا او دلالۃ" یعنی: اور برابر ہے کہ اجازت صراحۃً ہو یا دلالۃً۔
(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الاضحیہ، فصل فی انواع کیفیۃ الوجوب، جلد نمبر:5، صفحہ نمبر:66، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ)

اعلیٰ حضرت، امام اہلِ سنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "قربانی وصدقۂ فطر عبادت ہے اور عبادت میں نیت

شرط ہے تو بلا اجازت ناممکن ہے۔ ہاں اجازت کے لئے صراحۃ ہونا ضروری نہیں دلالۃ کافی ہے۔ مثلاً زید اس کے عیال میں ہے اس کا کھانا پہننا سب اس کے پاس سے ہوتا ہے۔ یا یہ اس کا وکیل مطلق ہے۔ اس کے کاروبار کیا کرتا ہے۔ ان صورتوں میں ادا ہو جائے گی۔ درمختار میں ہے: لا عن زوجتہ و ولدہ الکبیر العاقل ولو ادی عنھما بلا اذن اجزا استحسانا للاذن عادۃ ای لو فی عیالہ ولا فلا قہستانی عن المحیط، فلیحفظ، قلت ومسئلۃ القائم باموره بامره اظہر وازہر لوجود الاذن ولو فی ضمن العام واللہ تعالیٰ اعلم یعنی: بیوی اور عاقل بالغ بیٹے کی طرف سے اس پر واجب نہیں، اور اگر ان دونوں کی طرف سے اجازت کے بغیر ادا کر دے تو استحسانا جائز ہے عادتا اجازت کی بناء پر یعنی جب عاقل بالغ بیٹا اس کی عیال میں شامل ہو ورنہ اجازت کے بغیر نہیں یہ قہستانی نے محیط سے نقل کیا ہے۔ تو اس کو محفوظ کر لو۔ میں کہتا ہوں اگر وہ بیٹا والد کے کام میں مشغول ہو والد کے حکم سے تو پھر یہ مسئلہ زیادہ ظاہر اور بہتر ہے کیونکہ اذن پایا گیا کہ اگرچہ عام کے ضمن میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی رضویہ، جلد: 20، صفحہ نمبر: 454 مترجم، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن)

شیخ علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی (المتوفی 587ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرماتے ہیں: "ان لہ علی ولدہ الصغیر ولایۃ کاملۃ" یعنی: بے شک والد کے لئے اس کی نابالغ اولاد پر ولایتِ کاملہ ہے۔

(بدائع الصنائع، کتاب الاضحیہ، فصل فی شرائط وجوب فی الاضحیہ، جلد نمبر: 5، صفحہ نمبر: 64، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ)

امام فخر الدین الشیخ حسن بن منصور الفرغانی (المتوفی 596ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "ولو ضحی غنی بدنۃ عن نفسہ وعن ستۃ من اولادہ، لیس ھذا من ظاہر الروایۃ وقال حسن بن زیاد رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتاب الاضحیۃ لہ: ان کان اولادہ صغارا، جاز عنہ وعنھم جمیعا فی قول ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمھما اللہ تعالیٰ وان کانوا کبارا ان فعل بامرھم جاز عن الکل فی قول ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمھما اللہ تعالیٰ، وان فعل بغیر امرھم او بغیر امر بعضھم، لا یجوز لا عنہ ولا عنھم فی قولھم جمیعا۔۔۔الخ" یعنی: اگر غنی نے بدنۃ (یعنی: بڑے جانور مثلاً اونٹ، گائے وغیرہ) کی قربانی کی ایک اپنی طرف سے اور چھ اپنی اولاد کی طرف سے، یہ ظاہر الروایۃ میں موجود نہیں ہے اور حسن بن زیاد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب الاضحیہ میں فرمایا: اگر اس کی تمام اولاد نابالغ ہے تو امامِ اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمھما اللہ تعالیٰ کے قول پر اس کی اور ان تمام کی طرف سے قربانی جائز ہو گی اور اگر وہ سب بالغ تھے تو امامِ اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمھما اللہ تعالیٰ کے قول پر، اگر ان سب کے حکم پر کی تو سب کی قربانی جائز۔ اگر ان تمام کے حکم کے بغیر یا ان میں سے بعض کے حکم کے بغیر کی تو تمام ائمہ کے نزدیک نہ اس کی جائز نہ ان کی (یعنی کسی کی قربانی جائز نہیں)۔۔۔الخ

(فتاوی قاضیخان، کتاب الاضحیۃ، فصل فیما یجوز فی الضحایا وما لا یجوز، جلد نمبر: ۳، صفحہ نمبر: ۲۳۴، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "ولو ضحی ببدنۃ عن نفسہ وعرسہ واولادہ، لیس ھذا فی ظاہر الروایۃ وقال حسن بن زیاد رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتاب الاضحیۃ: ان کان اولادہ صغارا جاز عنہ وعنھم جمیعا فی قول ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمھما اللہ تعالیٰ وان کانوا کبارا ان فعل بامرھم جاز عن الکل فی قول ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمھما اللہ تعالیٰ، وان فعل بغیر

امرھم او بغیر امر بعضھم، لا تجوز عنہ ولا عنھم فی قولھم جمیعا لان نصیب من لم یامر صار لحما فصار الکل لحما"

یعنی: اگر بدنۃ (یعنی: بڑے جانور مثلا اونٹ، گائے وغیرہ) کی قربانی کی اپنی طرف سے، اپنی بیوی اور اپنی اولاد کی طرف سے، یہ ظاہر الروایۃ میں سے نہیں ہے اور حسن بن زیاد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الاضحیہ میں فرمایا: اگر اس کی تمام اولاد نابالغ ہے تو امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمھما اللہ تعالیٰ کے قول پر اس کی اور اُن تمام کی طرف سے قربانی جائز ہوگی اور اگر وہ سب بالغ تھے تو امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمھما اللہ تعالیٰ کے قول پر، اگر ان سب کے حکم پر کی تو سب کی قربانی جائز۔ اگر ان تمام کے حکم کے بغیر یا ان میں سے بعض کے حکم کے بغیر قربانی کی تو تمام ائمہ کے نزدیک نہ اس کی جائز نہ ان کی۔ کیونکہ جس شخص نے حکم ہی نہیں دیا اس کا حصہ محض گوشت ہی ہوگا تو تمام کا حصہ گوشت ہی ہو جائے گا۔

(الفتاوی الھندیہ، کتاب الاضحیۃ، الباب السابع فی التضحیۃ عن الغیر الخ، جلد نمبر: ۵، صفحہ نمبر: ۳۰۲، مطبوعہ: دار الفکر)

علامہ احمد بن محمد الطحطاوی الحنفی (المتوفی 1231ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "لا یکون عنھا الا بنیۃ حتی لو ذبح ایامھا من الحیوان المخصوص ولم تحضرہ النیۃ لا یسقط عنہ الواجب" یعنی: قربانی بغیر نیت کے نہیں ہوتی حتی کہ اگر کوئی شخص قربانی کے دنوں میں مخصوص جانور کو ذبح کرے اور نیت موجود ہی نہ ہو تو اس سے واجب ساقط نہیں ہوگا۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الاضحیۃ، جلد: 11، صفحہ نمبر: 4، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ)

علامہ ابن العابدین محمد امین بن عمر الحنفی (المتوفی 1252ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "أن الشرط قصد القربۃ من الکل" یعنی: تمام حصہ داروں کی طرف سے قصدِ قربت شرط ہے۔

(رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، کتاب الاضحیۃ، جلد: 6، صفحہ نمبر: 326، مطبوعہ: دار الفکر)

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ہی فرماتے ہیں: "انھا تجزی عن سبعۃ بنیۃ القربۃ من کل منھم" یعنی: ایک بدنہ (یعنی: بڑا جانور مثلا اونٹ، گائے وغیرہ) سات شخصوں کی طرف سے ان تمام کی نیتِ قربت کے ہوتے ہوئے درست ہے۔

(رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، کتاب الاضحیۃ، جلد: 6، صفحہ نمبر: 316، مطبوعہ: دار الفکر)

علامہ احمد بن محمد الطحطاوی الحنفی (المتوفی 1231ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "بخروج البعض عن القربۃ یخرج الکل" یعنی: بعض کا قربت سے نکلنا تمام کو نکال دیتا ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الاضحیۃ، جلد: 11، صفحہ نمبر: 10، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ)

علامہ برھان الدین شیخ علی بن ابی بکر المرغینانی (المتوفی 593ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "ولو لم یضح حتی مضت ایام النحر — ان کان غنیا تصدق بقیمۃ شاۃ — لانھا واجبۃ علی الغنی" یعنی: اگر اس نے قربانی نہ کی یہاں تک کہ قربانی کے دن گزر گئے، پس اگر وہ غنی تھا تو ایک بکری کی قیمت صدقہ کرے، کیونکہ قربانی غنی پر واجب ہے۔

(الھدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، کتاب الاضحیہ، جلد نمبر: 12، صفحہ نمبر: 31 ملتقطا، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی)

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں: "فاذا فات الوقت یجب علیہ التصدق" یعنی: پس جب قربانی کا وقت فوت ہو جائے تو اس پر تصدق واجب ہے۔ (الھدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، کتاب الاضحیہ، جلد نمبر: 12، صفحہ نمبر: 32، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی)

علامہ ابن العابدین محمد امین بن عمر الحنفی (المتوفی 1252ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ نقل فرماتے ہیں: "قیمۃ شاۃ وسط" یعنی: متوسط بکری کی قیمت (صدقہ کرنا)۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار شرح تنویر الابصار، کتاب الاضحیۃ، جلد: 6، صفحہ نمبر: 321، مطبوعہ: دار الفکر)

اعلیٰ حضرت امام اھلیسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "(جن کی قربانی نہیں ہوئی ایامِ قربانی کے گزرنے جانے پر ان کی) قربانی ساقط نہ ہوگی کیونکہ واجب عینی ہے واجب کفایہ نہیں ہے جب وقت گزر گیا تو ان کو چاہئے کہ وہ بکرے کی قیمت فقراء پر صدقہ کریں، درمختار میں ہے کہ قربانی چھوٹ گئی ہو تو وقت ہو جانے پر غنی شخص بکرے کی قیمت صدقہ کر دے تو اس سے کفایت حاصل ہو جائے گی اھ۔ ملتقطا" (فتاوی رضویہ، جلد: 20، صفحہ نمبر: 360 مترجم، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن)

یاد رکھیے! یہاں یہ اعتراض ہرگز وارد نہیں ہوتا کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج نیز اپنی امت کی طرف سے جو قربانی کی اس میں اجازت کہاں لی تھی اس لئے کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام امت پر ولایت حاصل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام کے مولیٰ ہیں اور جہاں تک دیگر بزرگانِ دین کا سوال ہے کہ جنہوں نے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر اولیاء کرام کی طرف سے بعد وصال قربانی کی تو یاد رکھیے کہ ایصالِ ثواب کسی بھی مسلمان کو کیا جا سکتا ہے اس میں اس کی اجازت کا ہونا شرط نہیں۔

جیسا کہ علامہ ابن العابدین محمد امین بن عمر الحنفی (المتوفی 1252ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ان لہ صلی اللہ علیہ وسلم ولایۃ علیھم" یعنی: پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان تمام پر ولایت حاصل ہے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار شرح تنویر الابصار، کتاب الاضحیۃ، جلد: 6، صفحہ نمبر: 326، مطبوعہ: دار الفکر)

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ہی فرماتے ہیں: "من ضحی عن المیت یصنع کما یصنع فی اضحیۃ نفسہ من التصدق والاکل والاجر للمیت والملک للذابح قال الصدر: والمختار أنہ ان بامر المیت لا یاکل منھا والا یاکل" یعنی: جس نے میت کی طرف سے قربانی کی تو ویسا ہی کرے جیسا اپنی قربانی کے ساتھ کرتا ہے صدقہ کرے اور کھائے۔ اس کا ثواب میت کے لئے ہے اور اس کا مالک ذابح ہے۔ صدر نے فرمایا: مختار یہ ہے کہ اگر میت کے حکم سے ہے تو اس میں سے نہ کھائے ورنہ کھا سکتا ہے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار شرح تنویر الابصار، کتاب الاضحیۃ، جلد: 6، صفحہ نمبر: 326، مطبوعہ: دار الفکر)

علامہ برھان الدین شیخ علی بن ابی بکر المرغینانی (المتوفی 593ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "ان الانسان لہ أن یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلاۃ او صوما او صدقۃ او غیرھا عند اھل السنۃ والجماعۃ" یعنی: اہلِ سنت وجماعت کے نزدیک آدمی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے کسی عمل کا ثواب نماز، روزے، صدقے یا اس کے علاوہ کا کسی دوسرے کو پہنچائے۔

(الھدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، کتاب الحج، جلد نمبر: 1، صفحہ نمبر: 178، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی)

علامہ برھان الدین شیخ علی بن ابی بکر المرغینانی (المتوفی 593ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "جعل تضحية احدى الشاتين لامته" یعنی: پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو بکریوں میں سے ایک کی قربانی اپنی امت کے لئے کی۔

(الھدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، کتاب الحج، جلد نمبر: 1، صفحہ نمبر: 178، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی (۸۹۹ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے تحت فرماتے ہیں: "جعل ثوابها لامة المؤمنين وهذا دليل صريح على جواز أن يجعل الرجل من ثوابه لغيره وينتفع به الغير سواء كان حيا او ميتا" یعنی: پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا ثواب اپنی مسلمان امت کو کیا اور یہ اس بات کے جواز کی صریح دلیل ہے کہ مسلمان مرد اپنا ثواب کسی دوسرے کو پہنچا سکتا ہے اور اس سے دوسرا فائدہ اٹھاتا ہے چاہے وہ زندہ ہو یا مردہ۔

(البنایۃ شرح الھدایۃ، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، جلد نمبر: 3، صفحہ نمبر: 324، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ)

الجواب صحیح

أبو أطهر محمد أظهر العطاري المدني عفى عنه الباري

والله أعلم ورسوله عزوجل وصلى الله تعالى عليه وآله وأصحابه وبارك وسلم

كتبه: ابن عامر احمد رضا عطاري عفى عنه

2 ذوالحجۃ الحرام 1439، 14 اگست 2018

المفتی
دار الافتاء فیضان شریعت
ابو اطہر محمد اظہر عطاری المدنی

قرآن وسنت سے ثابت شدہ فتاوٰی جات پڑھنے اور
دیگر اسلامی و اصلاحی پوسٹس حاصل کرنے کے لئے ہمارے پیج
(Faizan e Shariat Foundation)
کو ضرور لائک کریں۔ اور اگر آپ ہماری تمام تر پوسٹس وٹس ایپ پر چاہتے ہیں
تو ہمارے اس نمبر پر رابطہ کریں: +92 321 4061265

www.faizaneshariat.org www.faizaneshariat.com

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

دار الافتاء فیضان شریعت

Faizan-e-Shariat Foundation

الکریم گارڈن فیز1، مین مارکیٹ مناواں لاہور ☎ +92 321 4061265

بیوی کی طرف سے قربانی کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میری بیوی کے پاس سونا ہے جس کی زکاۃ میں ادا کرتا ہوں کیونکہ وہ ایک گھریلو خاتون ہے۔قربانی کے مسئلے میں مَیں ایک دوں گا یا دو؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

جس کے پاس ایام قربانی میں حاجات اصلیہ سے زائد اتنا مال ہوا کہ جو قدر نصاب کو پہنچ جائے تو اس پر قربانی واجب ہوتی ہے۔تو اگر وہ سونا آپ کی بیوی کی ملکیت ہے اور ایام قربانی میں وہ یا اس کے علاوہ اس کے پاس جتنا مال ہو یہ سب مل کر اگر قدر نصاب (ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت) کو پہنچے تو آپ کی بیوی پر قربانی واجب ہوگی۔آپ پر آپ کی بیوی کے حصے کی قربانی واجب نہیں۔

البتہ اگر مذکورہ بات آپ پر صادق آتی ہو(یعنی آپ بھی مالک نصاب ہوں) تو آپ پر اپنی قربانی واجب ہوگی۔اور اپنی بیوی کی اجازت سے اگر آپ اپنے ساتھ ساتھ اس کے حصے کی بھی قربانی کر دیں تو ایسا کر سکتے ہیں۔

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

17 شوال المکرم 1442ھ 28 مئی 2021ء

کسی دوسرے کی طرف سے قربانی کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ ہماری پھوپھی بیوہ ہے، صاحب نصاب ہے یعنی اس پر قربانی واجب ہے مگر ہم نے خود سے اس کی طرف سے قربانی کرنا چاہی اور ہم نے کر بھی دی یعنی بڑے جانور میں ان کا ایک مکمل حصہ رکھ دیا جس کا انہیں پتہ بھی تھا اور ان کو بتایا تھا کہ فلاں جانور میں آپ کا ایک حصہ ہے تو انہوں نے کہا ٹھیک ہے تو کیا اب ان کی طرف سے قربانی ہوگئی؟ اور ہم ان سے پیسے بھی نہیں لینا چاہتے۔ سائل: احمد بھٹی (اچھرہ، مرکز الاولیاء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

اصول یہ ہے کہ دوسرے کی طرف سے قربانی کرنا چاہتے ہوں تو اس کی اجازت ضروری ہے اور جب آپ نے صراحتا اجازت لی اور انہوں نے صراحتا اجازت دی ، جیسا کہ سوال سے ظاہر تو آپ کا بغیر پیسے لئے بھی ان کی طرف سے قربانی کرنا جائز اور ان کی قربانی بھی ہوگئی۔ صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں ”بالغ لڑکوں یا بی بی کی طرف سے قربانی کرنا چاہتا ہے تو ان سے اجازت حاصل کرے بغیر ان کے کہے اگر کر دی تو ان کی طرف سے واجب ادا نہ ہوا اور نابالغ کی طرف سے اگرچہ واجب نہیں ہے مگر کر دینا بہتر ہے۔ (بہار شریعت، قربانی کا بیان، جلد 3، صفحہ 334، مکتبۃ المدینۃ، کراچی)

فتاوی عالمگیری میں ہے ”ولیس علی الرجل أن یضحی عن أولادہ الکبار وامرأتہ إلا بإذنہ“ عبارت کا مفہوم وہی جو اوپر درج ہے۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیۃ، الباب الاول، جلد 5، صفحہ 293، مطبوعہ کوئٹہ)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

22 ذو الحجۃ الحرام 1436ھ 7 اکتوبر 2015ء

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

کان چرے جانور کی قربانی کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ جس جانور کا کان چرا ہو اس کی قربانی کرنا کیسا ہے؟

سائل: نذیر حسین (مرکز الاولیاء، لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

جس جانور کا کان لمبائی میں چرا ہوا ہو اس کی قربانی ہوسکتی ہے کیونکہ یہ معمولی عیب ہے اور معمولی عیب قربانی کے جواز کے مانع نہیں ہوتا البتہ معمولی عیب والے کی قربانی سے بھی بچنا بہتر ہے کیونکہ قربانی میں مستحب یہ ہے کہ جانور ہر قسم کے ظاہری عیب سے سلامت ہو۔

اور اگر چوڑائی میں تہائی (تیسرے حصے) سے زیادہ کٹا ہے تو اس کی بھی قربانی جائز نہیں۔ ردالمحتار میں ہے "وتجزی الشرقاء مشقوقۃ الأذن طولا" ترجمہ: اور شرقاء کی قربانی جائز ہے شرقاء وہ ہے جس کا کان لمبائی میں چرا ہوا ہو۔

(ردالمحتار، کتاب الاضحیہ، جلد 9، صفحہ 538، مطبوعہ، کوئٹہ)

فتاوی عالمگیری میں ہے "وتجزی الشرقاء وھی مشقوقۃ الأذن طولا" ترجمہ: اور شرقاء کی قربانی جائز ہے شرقاء وہ ہے جس کا کان لمبائی میں چرا ہوا ہو۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الاضحیۃ، جلد 5، صفحہ 298، مطبوعہ کوئٹہ)

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لو ذھب بعض الاذن او الالیۃ او الذنب او العین ذکر فی الجامع الصغیر: ان کان کثیرا یمنع وان کان یسیرا لا یمنع۔ واختلف اصحابنا فی الفاصل بین القلیل والکثیر۔۔ والصحیح ان الثلث وما دونہ قلیل وما زاد علیہ کثیر وعلیہ الفتوی" ترجمہ: اگر بعض کان، چکی، دم یا آنکھ کٹ جائے (تو اس کا حکم) جامع الصغیر میں ذکر کیا گیا کہ اگر وہ زیادہ ہو تو قربانی سے مانع ہے اور اگر معمولی ہو تو قربانی سے مانع نہیں۔ زیادہ اور معمولی کی تعریف کے بارے میں ہمارے علماء کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ تہائی اور جو اس سے کم ہو وہ قلیل ہے اور جو تہائی سے زیادہ ہو وہ کثیر ہے اور اسی پر فتوی ہے۔

(ردالمحتار، کتاب الاضحیۃ، جلد 9، صفحہ 536، مطبوعہ، کوئٹہ)

علامہ شامی ردالمحتار میں علامہ قہستانی کا قول نقل فرماتے ہیں :"قال القهستاني:واعلم ان الكل لايخلوعن عيب والمستحب ان يكون سليما عن العيوب الظاهرة فما جوزهاهنا جوز مع الكراهة" ترجمہ:قہستانی نے فرمایا:اور جان لو کہ یہ عیب سے خالی نہیں ہیں اور مستحب یہ ہے کہ جانور ظاہری عیبوں سے پاک ہو پس جو یہاں جائز ہے وہ کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

(ردالمحتار، کتاب الاضحیہ، جلد9، صفحہ536، مطبوعہ، کوئٹہ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:"بلاشبہہ جائز ہے۔مگر مستحب یہ ہے کہ کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں بالکل سلامت ہوں۔" (فتاوی رضویہ، جلد20، صفحہ458، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

18 ذوالقعدۃ الحرام 1437ھ 22 اگست 2016ء

المفتی
دار الافتاء فیضانِ شریعت
ابو اطہر محمد اظہر عطاری المدنی

قرآن وسنت سے ثابت شدہ فتاوٰی جات پڑھنے اور
دیگر اسلامی واصلاحی پوسٹس حاصل کرنے کے لئے ہمارے پیج
(Faizan e Shariat Foundation)
کو ضرور لائک کریں۔اور اگر آپ ہماری تمام تر پوسٹس وٹس ایپ پر چاہتے ہیں
تو ہمارے اس نمبر پر رابطہ کریں:+92 321 4061265

www.faizaneshariat.org www.faizaneshariat.com

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

الکریم گارڈن فیز1، مین مارکیٹ مناواں لاہور ☎ +92 321 4061265

قربانی کے جانور کا سینگ ٹوٹ جائے تو؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کے لئے خریدے گئے جانور کا اگر سینگ خود بخود ٹوٹ جائے تو کیا اس کی قربانی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

سائل: احمد رمضان عطاری (فیصل آباد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

قربانی کے جانور کا سینگ اگر مینگ (یعنی جڑ) تک ٹوٹ گیا اگرچہ خود بخود ہی ٹوٹا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں اور اگر اس سے کم ٹوٹا ہے تو قربانی ہو جائے گی جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے: "یجوز بالجماء التی لاقرن لھا و کذا مکسورۃ القرن و ان بلغ انکسر المشاش لا یجزبہ و المشاش رءوس العظام مثل الرکبتین و المرفقین کذا فی البدائع۔"

(فتاوی عالمگیری، جلد 5، صفحہ 297، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: "جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں اس کی قربانی جائز ہے اور اگر سینگ تھے مگر ٹوٹ گیا اور مینگ تک ٹوٹا ہے تو نا جائز ہے اس سے کم ٹوٹا ہے تو جائز ہے۔"

(بہار شریعت، جلد 3، حصہ 14، ص 341، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم و رسولہ عزوجل و صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

19 ذو القعدہ 1438ھ 12 اگست 2017ء

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

جانور ذبح کرنے کا شرعی طریقہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جانور ذبح کرنے کا درست طریقہ کیا ہے؟ اور جانور کی کون کون سی رگ کاٹنا لازم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جانور ذبح کرنے میں سنت چاہے قربانی ہو یا ویسے ہی ذبح کرنا ہو یہ ہے کہ ذبح کرنے والا اور جانور دونوں کا رُخ قبلہ کی جانب ہو اور ذبح کرنے والا جانور کی گردن کے قریب پہلو پر اپنا سیدھا پاؤں رکھ کر اللّٰھم وَ مِنکَ بسم اللہِ اَکبر پڑھ کر تیز چھری سے جلدی ذبح کردے ذبح کرنے میں چار رگیں (1) حلقوم یہ وہ ہے جس میں سانس آتی جاتی ہے (2) مری اس سے کھانا پانی اترتا ہے ان دونوں کے اغل بغل اور دو رگیں ہیں جن میں خون کی روانی ہے ان کو (3) ود (4) جین کہتے ہیں کٹ جائیں اس سے زیادہ نہ کاٹیں کہ چھری گردن کے مہرہ تک پہنچ جائے کہ یہ بے وجہ کی تکلیف ہے اور پھر جب تک جانور مکمل طور پر ٹھنڈا نہ ہوجائے نہ اس کے پاؤں کاٹیں نہ کھال اُتاریں۔ مذکورہ الفاظ کے علاوہ کوئی دوسرے الفاظ نہ پڑھے جائیں البتہ ذبح کے وقت کی مسنون دعائیں پڑھی جاسکتی ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت علامہ مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں فرماتے ہیں۔ ''سنت متوارثہ آن ست کہ روئے خود روئے ذبیحہ ہر دو سوئے قبلہ کند، وسر ذبیحہ در بلاد ما کہ قبلہ سوئے مغرب ست جانب جنوب بود تا ذبیحہ بر پہلو چپ خودش خوابیدہ باشد، وپشت او جانب مشرق، تا روئے سمت قبلہ بود، وذابح پائے راست خود بر صفحہ راست گردنش نہادہ ذبح کند، اگر توجہ یا توجیہ بہ قبلہ ترک کند مکروہ است'' یعنی سنت یہ چلی آرہی کہ ذبح کرنے والا جانور دونوں قبلہ رو ہو، ہمارے علاقہ میں قبلہ مغرب میں ہے اس لئے سر ذبیحہ جنوب کی طرف ہونا چاہئے تاکہ جانور بائیں پہلو لیٹا ہو اور اس کی پیٹھ مشرق کی طرف ہو تاکہ اس کا منہ قبلہ کی طرف ہوجائے، اور ذبح کرنے والا اپنا دایاں پاؤں جانور کی گردن کے دائیں حصہ پر رکھے اور ذبح کرے اور خود اپنا یا جانور کا منہ قبلہ کی طرف کرنا ترک کیا تو مکروہ ہے''۔

(فتاوی رضویہ جلد 20 صفحہ 217 رضا فاؤنڈیشن لاہور)

فتاوی رضویہ کی جلد نمبر 20 میں سوال ہے کہ ''کیا فرماتے ہیں علمائے دین حنفیہ اس مسئلہ میں کہ ذبح کے وقت جس بکرے کی گھنڈی سر کی طرف ایک چھلہ دار بھی نہ رہے وہ عندالشرع حلال ہے یا حرام؟ بینوا توجروا

اس کے جواب میں امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں ''اس مقام میں تحقیق یہ ہے کہ ذبح میں گھنڈی کا اعتبار نہیں، چاروں رگوں میں سے تین کٹ جانے پر مدار ہے۔ اگر ایک یا دو رگ کٹی حلال نہ ہوگا اگرچہ گھنڈی سے نیچے ہو، اور اگر چاروں یا کوئی سی تین کٹ گئیں تو حلال ہے اگرچہ گھنڈی سے اوپر ہو، ردالمحتار میں ہے: ان کان بالذبح فوق العقدۃ حصل قطع ثلثۃ من العروق فالحق ماقالہ شراح الھدایۃ تبعا للرستغفنی والا فالحق خلافہ، اذلم یوجد شرط الحل باتفاق اھل المذھب، ویظھر ذٰلک بالمشاھدۃ اوسوال اھل الخبرۃ، فاغتنم ھذا المقال ودع عنک الجدال۔ وھو تعالٰی اعلم۔ اگر گھنڈی سے اوپر ذبح میں چار میں سے تین رگیں کٹ گئیں جو ہدایہ کے شارحین نے رستغفنی کی اتباع میں کہا وہ حق ہے ورنہ حق اس کے خلاف ہے کیونکہ اہل مذہب کی متفقہ شرط برائے حلت نہ پائی گئی یہ معیار مشاہدہ سے ظاہر ہوگا یا ماہرین سے پوچھنے پر ظاہر ہوگا اس مقالہ کو غنیمت سمجھو اور جھگڑا ختم کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم'' (فتاوی رضویہ، جلد 20، کتاب الذبائح، صفحہ 219، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے ''جو رگیں ذبح میں کاٹی جاتی ہیں وہ چار ہیں۔ (۱) حلقوم یہ وہ ہے جس میں سانس آتی جاتی ہے (۲) مری اس سے کھانا پانی اترتا ہے ان دونوں کے اغل بغل اور دو رگیں ہیں جن میں خون کی روانی ہے ان کو (۳) ود (۴) جین کہتے ہیں۔ پورا حلقوم ذبح کی جگہ ہے یعنی اس کے اعلی اوسط اسفل جس جگہ میں ذبح کیا جائے جانور حلال ہوگا۔ آج کل چونکہ چمڑے کا نرخ زیادہ ہے اور یہ وزن یا ناپ سے فروخت ہوتا ہے اس لئے قصاب اس کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح چمڑے کی مقدار بڑھ جائے اور اس کے لئے یہ ترکیب کرتے ہیں کہ بہت اوپر سے ذبح کرتے ہیں اور اس صورت میں ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ یہ ذبح فوق العقدہ ہوجائے اور اس میں علماء کو اختلاف ہے کہ جانور حلال ہوگا یا نہیں۔ اس باب میں قول فیصل یہ ہے کہ ذبح فوق العقدہ میں اگر تین رگیں کٹ جائیں تو جانور حلال ہے ورنہ نہیں (درمختار، ردالمحتار) علماء کا یہ اختلاف اور رگوں کے کٹنے میں احتمال دیکھتے ہوئے احتیاط ضروری ہے کہ یہ معاملہ حلت و حرمت کا ہے اور ایسے مقام پر احتیاط لازم ہوتی ہے۔''

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

2 ذو الحجۃ الحرام 1438ھ 25 اگست 2017ء

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

الکریم گارڈن فیز 1، مین مارکیٹ مناواں لاہور ☎ +92 321 4061265

حرام مال سے کی گئی قربانی کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ اگر کسی نے حرام مال مثلاً چوری کے مال سے گائے کی قربانی میں حصہ ڈالا تو کیا قربانی ہو جائے گی؟ اور اگر اس کی نہیں ہو گی تو بقیہ کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

سائل: محمد فاروق عطاری (لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

صورت مسئولہ میں اس شخص کی اور بقیہ حصہ والوں کی قربانی ادا ہو جائے گی کیونکہ اگرچہ مال حرام میں تصرف کرنا ناجائز وحرام ہوتا ہے لیکن اگر کوئی شخص حرام مال سے کوئی چیز خریدے تو وہ شخص اس خریدی ہوئی چیز کا مالک بھی ہو جاتا ہے اور اس کو استعمال کرنا بھی جائز ہوتا ہے اس لئے کہ عام خریداریوں میں عقد ونقد مال حرام پر جمع نہیں ہوتا یعنی یہ نہیں ہوتا کہ حرام روپیہ دکھا کر کہیں اس کے عوض فلاں چیز دے دو پھر وہی روپیہ قیمت میں دے دیں، اور عقد ونقد حرام مال پر جمع نہ ہونے کی صورت میں حرام روپے کی خباثت اس شے میں سرایت نہیں کرتی جیسا کہ سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن لکھتے ہیں "اگر اس نے زمین اور مکان کی اینٹ، کڑی وغیرہ اپنے روپے دکھا کر نہ خریدی بلکہ مطلق روپے کو خریدی اور پھر وہ مال حرام زرثمن میں دیا اور بیشک آجکل عام خریداریاں اسی طرح پر ہوتی ہیں تو وہ زمین ومکان اس کے لئے حرام نہیں، لان الدراھم لاتتعین فی العقود فاذا لم یجتمع علیھا العقد والنقد لم یسر الخبث الی البدل کما ھو قول الامام الکرخی وعلیہ الفتوی۔" (فتاوی رضویہ، جلد 23، صفحہ 561، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جب وہ اس کا مالک ہو گیا تو اس کی قربانی بھی جائز ہو جائے گی اور قربانی کا وجوب ساقط ہو جائے گا، یاد رہے وجوب ساقط ہونا اور چیز ہے اور اللہ کی بارگاہ میں شرف ومقام قبولیت اور چیز ہے، لہذا مال حرام سے خریدے ہوئے جانور کو اللہ عزوجل کی راہ میں قربانی کے لئے پیش کرنا بہت بڑی جرات وحماقت وبدنصیبی ہے۔ اللہ عزوجل پاک وطیب ہے اور پاک وطیب چیز کو ہی قبول فرماتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ "یاأیھا الناس إن اللہ طیب لا یقبل إلا طیبا" ترجمہ: اے لوگو! بے شک اللہ عزوجل پاک ہے اور پاک مال کو قبول کرتا ہے۔ (صحیح مسلم، باب قبول الصدقۃ، جلد 2، صفحہ 703، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

قربانی جوکہ عبادت ہے اس کے لئے پیش کرنا تو دور کی بات ہے علماء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ مال حرام سے خریدی ہوئی چیز کو عام کاموں کے اندر بھی بطور اجرت نہ لیا جائے چنانچہ سیدی اعلی حضرت علیہ الرحمہ مال حرام سے خریدی ہوئی چیز کو بطور اجرت لینے کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "اس صورت دوم پر جو چیز رنڈی نے خریدی بہتر تو اس کا بھی نہ لینا ہے، **لان کثیرا من مشائخنا ذھبوا الی تحریم الابدال مطلقا فیما کان الخبث فیہ لعدم الملک۔** پھر بھی اگر لے لے گا تو رنڈی اپنے افعال پر ماخوذ ہے، یہ خریدی ہوئی چیز نہ اس کے حق میں حرام کہی جائے گی نہ اس لینے والے کے حق میں۔ (فتاوی رضویہ، جلد23، صفحہ510، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ہمارے علماء کرام نے تو یہاں تک فرمایا کہ جس کی آمدنی مخلوط ہے، یعنی حلال وحرام مکس ہے تو کمال تقوی یہ ہے کہ اس کی کھانے کی دعوت کو قبول نہ کیا جائے، اس سے گفٹ نہ لیا جائے، اللہ اکبر یہ حکم تو عام بندوں کے بارے بیان فرمایا تو اللہ طیب کی بارگاہ میں ایسا مال پیش کرنا کس قدر برا ہوگا۔ سیدی اعلی حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن مال حرام کی آمدنی والوں سے تحفہ لینے کی مختلف صورتوں کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں "یہ سب اس حال میں ہے کہ تحفہ کا حال اس لینے والے کو معلوم ہو کہ کس قسم کا ہے اور بحال عدم علم جب کہ اس کا اکثر مال وجہ حرام سے ہو تو بہت سے علماء اس تحفہ کا لینا مطلقاً حرام بتاتے ہیں جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ خاص چیز وجہ حلال سے ہے مگر اصل مذہب وقول صحیح ومعتمد یہ ہے کہ بحال ناواقفی لینا جائز ہے جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ خاص چیز وجہ حرام سے ہے محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے "**بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ وھو قول ابی حنیفۃ واصحابہ رضی اللہ تعالی عنھم**" یعنی جب تک ہم کو کسی چیز کے بعینہ حرام ہونے کے بارے میں معلوم نہ ہو ہم اس کو حلال ہی سمجھیں گے اور یہی قول امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے" اس کے بعد اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالی عنہ مزید فرماتے ہیں "تاہم شک نہیں کہ اگرچہ فتوی جواز ہے مگر تقوی احتراز ہے۔" (فتاوی رضویہ جلد 24 صفحہ 367 رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

12شوال المکرم1435ھ 9اگست2014ء

دار الافتاء فیضان شریعت المفتی ابو اطہر محمد اظہر عطاری المدنی

قرض خواہ کو رقم واپس نہیں ملی قربانی واجب ہوگی؟

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ

(1) ایک صاحبِ نصاب شخص نے کسی کو اپنا مال قرض دیا ہوا ہے اور وہ مال قربانی کے ایام کے بعد ملے گا تو کیا اس پر قربانی واجب ہوگی؟

(2) کیا کرایہ پر دئے ہوئے مکانات یا دیگر کرایہ پر دی ہوئی اشیاء کی وجہ سے قربانی واجب ہوگی؟ سائل: محمد عثمان (لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اس مسئلے کی مختلف صورتیں ہیں: (1) اس شخص کے پاس اس دین یا قرض کے علاوہ کوئی دوسرا مال مثلاً سونا چاندی، رقم یا ضرورت کے علاوہ سامان ہے جسے بیچ کر وہ قربانی کرسکتا ہے تو اس پر قربانی لازم ہے۔

(2) اور اگر اس کے پاس اتنا مال تو نہیں جس سے قربانی کر سکے، لیکن جس پر اس کا قرض ہے وہ مالدار ہے اور اس شخص کو غالب ظن ہے کہ اگر وہ اس سے جانور کی قیمت یا حصہ کی قیمت کا سوال کرے گا تو وہ اسے دے دے گا تو اس پر لازم ہے اس سے سوال کرے وہ دے دیتا ہے تو قربانی کرے۔

(3) اور اگر مذکورہ دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت بھی نہیں تو اس پر قربانی لازم نہیں۔

چنانچہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے: ”لہ دیون مؤجلۃ ولیس عندہ ما یشتریھا بہ لا تلزم“ لہ علی مقر مفلس دین لا تلزم ما لم یصل الیہ ”لہ دین حال علی مقر ملی ولیس عندہ ما یشتریھا بہ لا یلزمہ الاستقراض ولا قیمۃ الاضحیۃ اذا وصل الدین الیہ ولکن یلزمہ ان یسأل منہ ثمن الاضحیۃ اذا غلب علی ظنہ انہ یعطیہ۔ کسی کے (دوسرے پر) دیون مؤجل ہیں اور اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی ایسا (مال یا سامان) نہیں جس کے ساتھ وہ جانور خریدے تو اس پر قربانی لازم نہیں، کسی ایسے مفلس شخص پر دین جو دین کا مقر بھی

ہے تو اس پر قربانی لازم نہیں جب تک کہ اسے مال نہ ملے، اسکا کسی مالدار شخص پر دین معجّل ہے ، اور اسکے پاس قربانی کا جانور خریدنے کیلئے مال نہیں تو اسکا قرض مانگنا لازم نہیں اسی طرح مال کی وصولی کے وقت قربانی کی قیمت صدقہ کرنا بھی لازم نہیں البتہ یہ لازم ہے کہ وہ اس سے قربانی کی قیمت کا سوال کرے جبکہ اسکا ظن غالب ہو کہ وہ اسے دیدے گا۔

(فتاوی بزازیہ علی ھامش الہندیہ جلد 6 صفحہ 287 مطبوعہ دار الفکر)

(2) اگر کسی شخص کے پاس حاجتِ اصلیہ سے زائد مال ہے اور وہ مال ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچتا ہے تو اس پر صدقہ فطر وقربانی واجب ہے اگرچہ زکوۃ واجب نہ ہو اگرچہ وہ مال نامی نہ ہو کہ وجوبِ صدقہ فطر وقربانی کیلئے مال کا نامی ہونا ضروری نہیں جیسا کہ وجوبِ زکوۃ کیلئے ضروری ہے یہی حکم حاجت اصلیہ سے زائد مکانات کا ہے جبکہ وہ اسکا ذریعہ آمدنی نہ ہوں۔

البتہ اگر کسی کے پاس یہ اشیاء ہوں لیکن اسکا ذریعہ آمدنی ہو اور اسی کی آمدنی پر اس کا گزارہ ہو مثلا مکان ہے جو کرایہ پر دیا ہوا ہے اسکے کرایہ سے گھر کے اخراجات چلاتا ہے یا زمین ہے اس پر کھیتی باڑی کرتا ہے جس سے اسکا گھر چلتا ہے تو اس پر ان اشیاء کی وجہ سے صدقہ فطر وقربانی واجب ہونے میں علماء کا اختلاف ہے بعض علماء فرماتے ہیں: اس پر قربانی وصدقہ فطر واجب ہے اگرچہ مذکورہ اشیاء اسکی آمدنی کا ذریعہ ہی کیوں نہ ہو جبکہ دیگر بعض علماء کرام کا موقف یہ ہے کہ اگر مذکورہ اشیاء اسکی آمدنی کا ذریعہ ہوں اور حاجت اصلیہ کے اخراجات کے بعد سالانہ اسکے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر رقم نہیں بچتی تو اس پر قربانی وصدقہ فطر واجب نہیں اور اگر اخراجات کے بعد سالانہ اس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر رقم بچتی ہے تو اس پر صدقہ فطر وقربانی واجب ہے اور یہی موقف امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نے فتاوی رضویہ میں اپنے بعد والے فتوی میں اختیار فرمایا ہے اور اسی کو راجح بتایا ہے۔

چنانچہ آپ رضی اللہ تعالی عنہ سے سوال ہوا کہ ایک شخص برائے نام صاحب جائداد ہے۔ سو روپیہ سالانہ آمدن کی جائداد ہے۔ وہ شخص (ہہ۔ للعہ) ماہوار کا نوکر بھی ہے۔ جو اس کی ضروریات دنیویہ کو کافی ہے۔ کسی سال میں کچھ نہیں بچتا اس کی بیوی کے پاس تقریبا معہ ۷۰ روپیہ کا زیور ہے۔ ۵۰ کا طلائی باقی نقرئی، اب ایسی صورت میں یہ تو ظاہر ہے کہ زکوۃ میاں بی بی دو میں کسی پر واجب نہیں مگر صدقہ فطر وقربانی ان دونوں یا ایک پر واجب ہے یا نہیں؟ اور ہے تو کس پر؟

جوابا ارشاد فرماتے ہیں: ستر روپیہ کا زیور اگر مملوک زن ہے اور اس پر قرض نہیں تو اس پر نہ صرف اضحیہ وصدقہ فطر بلکہ زکوۃ بھی فرض ہے کہ اگرچہ (صہ) کے سونے (عہ) کی چاندی میں کسی کی نصاب کامل نہیں، مگر سونے کو چاندی کرنے سے چاندی کی نصاب کامل مع زیادہ ہو جائے گی، ہاں شوہر پر صدقہ واضحیہ بھی نہیں، اگرچہ زیور مذکور بھی اسی کی ملک ہو کہ تمام کا قرض محیط ہے۔ مگر ان علماء کے نزدیک کہ ایجاب صدقہ واضحیہ میں قیمت جائداد کا اعتبار کرتے ہیں اور راجح ومفتی بہ اول ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ہندیہ میں ظہیریہ سے ہے: ان کان لہ عقار ومستغلات ملک اختلف المشائخ المتاخرون رحمھم اللہ فالزعفرانی والفقیہ علی الرازی اعتبرا قیمتھا، وابو علی الدقاق وغیرہ اعتبر الدخل، واختلفوا فیما بینھم، قال ابو علی الدقاق ان کان یدخل لہ من ذلک قوت سنۃ فعلیہ

الاضحیۃ ومنھم من قال قوت شھر ومتی فضل من ذٰلک قدر مائتی درھم فصاعدا فعلیہ الاضحیۃ۔ اگر کسی کی زمین اور آمدن والی ملکیت ہو متاخرین مشائخ کا اختلاف ہے تو زعفرانی اور فقیہ علی رازی نے قیمت کا اعتبار کیا ہے اور ابوعلی الدقاق وغیرہ نے آمدن کا اعتبار کیا ہے اور ان کا آپس میں اختلاف ہوا اور ابوعلی الدقاق نے کہا اگر اس کو ان اشیاء سے سال بھر کے خرچہ کی آمدن ہو تو اس پر قربانی واجب ہے اور ان میں سے بعض نے کہا کہ ماہانہ خرچہ کی آمدن ہو اور جب سال بھر میں دوسو درہم یا زائد فاضل بچ جائے تو اس پر قربانی واجب ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں بدائع سے ہے: سئل محمد عمن لہ ارض یزرعھا او حانوت یستغلھا او دار غلتھا ثلثۃ الاف و لاتکفی لنفقتہ و نفقۃ عیالہ سنۃ یحل لہ اخذ الزکوٰۃ وان کانت قیمتہ تبلغ الوفاء وعلیہ الفتوی وعندھما لایحل۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے سوال کیا گیا ایسے شخص کے متعلق کہ اس کی زرعی زمین یا دکان یا مکان کا کرایہ آمدن تین ہزار ہے اور اس کے اور اس کے عیال کے سال بھر کے نفقہ کے لئے کافی نہیں اس کو زکوٰۃ حلال ہے اگر چہ ان کی قیمت کفایت کو پہنچی ہو، اور اسی پر فتوٰی ہے اور شیخین کے نزدیک حلال نہیں۔ (ت)

درمختار کے صدقہ فطر میں ہے: تجب علی کل مسلم ذی نصاب فاضل عن حاجتہ الاصلیۃ وان لم ینم، وبھذا النصاب تحرم الصدقۃ، وتجب الاضحیۃ ونفقۃ المحارم علی الراجح اھ قلت فالذی لہ ارض قیمتھا الوف کما وصف لو کان تجب علیہ الاضحیۃ لحرمت علیہ الزکوٰۃ لکنھا لم تحرم فالاضحیۃ لم تجب، واللہ تعالٰی اعلم ہر مالک نصاب مسلمان پر کہ اس کی اصل حاجت سے زائد ہو اگر چہ یہ نصاب نامی نہ ہو تو راجح قول پر محارم کا نفقہ اور قربانی واجب ہے اور اس نصاب سے زکوٰۃ لینا حرام ہوجاتا ہے، میں کہتا ہوں جس کے پاس زمین ہے جس کی قیمت ہزاروں ہے جیسے بیان کیا گیا ہے اگر اس پر قربانی واجب ہے تو اس کو زکوٰۃ لینا حرام ہے لیکن زکوٰۃ حرام نہیں، لہذا قربانی واجب نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت) (فتاوی رضویہ جلد 20 صفحہ 367 رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

3محرم الحرام 1431ھ 21دسمبر 2009ء

کافر کو قربانی کا گوشت دینا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ قربانی کا گوشت کافر کو دینا جائز ہے کہ نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

قربانی اگرفقیر شرعی (یعنی جس پرواجب نہیں تھی) نے کی تو اس کا گوشت کافر کو دینا جائز نہیں۔اگر دے گا تو اتنے گوشت کا تاوان دینا ہوگا یعنی اتنے گوشت کی جو قیمت ہوگی وہ صدقہ کرنی ہوگی۔اور اگر قربانی غنی نے کی تو ذبح کرنے سے اس کا واجب ادا ہو چکا اب اسے اختیار ہے کہ جسے چاہے گوشت دے مگر بہتر کہ اپنے مسلمانوں کو قربانی کا گوشت دینے میں مقدم رکھے۔البتہ اگر غنی نے کافر کو قربانی کا گوشت دے دیا تو ناجائز وحرام نہیں،صرف خلاف مستحب ہے۔

سیدی امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے قربانی کا گوشت کافر کو دینے کے بارے سوال ہوا تو آپ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ”قربانی اگر فقیر نے کی ہو اس کا گوشت کسی کافر کو دینا جائز نہیں، اگر دے گا تو اتنے گوشت کا تاوان دینا لازم ہوگا اور اگر غنی نے کی تو ذبح کرنے سے اس کا واجب ادا ہو گیا، گوشت کا اسے اختیار ہے مگر مستحب یہ ہے کہ اگر اس کے تین حصے کرلے، ایک حصہ اپنے لئے، ایک عزیزوں خویشوں کے لئے، ایک تصدق کے لئے، یہاں کے کفار کو دینا ان تینوں مدوں سے خارج ہے۔لہٰذا انہیں دینا خلاف مستحب ہے۔ اور اپنے مسلمان بھائی کو چھوڑ کر دینا حماقت ہے۔“ (فتاوی رضویہ، جلد 20، صفحہ 456، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

5 ذو الحجۃ الحرام 1438ھ 28 اگست 2017ء

FaizaneShariatFoundation@gmail.com
azharmadani85@gmail.com

دار الافتاء فیضان شریعت

الکریم گارڈن فیز 1، مین مارکیٹ مناواں لاہور ☎ +92 321 4061265

خصی بکرے کی قربانی کرنا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ قربانی کے لیے خصی بکرے کا افضل ہونا کہاں سے ثابت ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

قربانی کے لیے خصی ہونا بکرے میں عیب نہیں بلکہ خصی بکرے کا قربانی میں ذبح کرنا افضل ہے کیونکہ اس کا گوشت اچھا ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی خصی مینڈھے ذبح فرمائے۔ حدیث شریف میں ہے: ”عن جابر قال ذبح النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الذبح کبشین اقرنین املحین موجوئین ...... الخ“ ”حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کے دن دو سینگوں والے، چتکبرے، خصی مینڈھے ذبح فرمائے۔“

(مشکوٰۃ المصابیح، باب فی الاضحیۃ، صفحہ 128، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں: ”مستحب یہ ہے کہ قربانی کا جانور خوبصورت اور بڑا ہو اور بکری کی قسم سے قربانی کرنی ہو تو بہتر سینگ والا مینڈھا چتکبرا جس کے خصیے کوٹ کر خصی کر دیا ہو کہ حدیث میں ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے مینڈھے کی قربانی کی۔“

(بہارِ شریعت، جلد 2، حصہ 15، صفحہ 88، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

27 ذو القعدۃ الحرام 1433ھ 15 اکتوبر 2012ء

کیا بڑے جانور کی قربانی میں سات حصے ضروری ہیں؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ گائے میں سات حصے رکھنے ضروری ہیں یا اس سے کم تین یا چار بھی ہو سکتے ہیں؟ ایک امام صاحب کہتے ہیں کہ گائے میں سات سے کم حصے رکھنا جائز نہیں ہے۔ سائل: محمد فیاض (شیخوپورہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے فرماتے ہیں "ان النبی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم قال البقرۃ عن سبعۃ و الجزور عن سبعۃ" ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ گائے اور اونٹ سات کی طرف سے کافی ہے۔

(ابوداؤد شریف، کتاب الضحایا، جلد 2، صفحہ 40، مطبوعہ، لاہور)

گائے یا اونٹ کا سات کیلئے کافی ہونا اس کا یہ مطلب ہے کہ اس میں سات سے زیادہ افراد شریک نہیں ہو سکتے، سات فرد ہوں اور ہر فرد کا کم از کم ایک مکمل حصہ ہو، ہاں جہاں تک کمی کی بات ہے یعنی سات سے کم افراد کا گائے یا اونٹ کی کسی قربانی میں شریک ہونا تو یہ عند الشرع بالکل جائز ہے۔ لہٰذا اگر چار یا پانچ افراد نے مل کر ایک گائے قربان کر لی تو ان کی یہ قربانی درست ہوگی۔ اس کی مثال یوں لیں کہ چار افراد نے مل کر گائے خریدی، اب اس میں ایک نے کہا کہ میرے دو حصے ہیں، اور باقی تین کا ایک ایک حصہ یوں یہ پانچ حصے مکمل ہو گئے، باقی دو حصے رہ گئے تو چار افراد نے مزید آدھا آدھا حصہ لے لیا، اب ایک کے ڈھائی حصے ہو گئے باقی تین کے ڈیڑھ ڈیڑھ، یوں سات مکمل ہو گئے، اب یہاں ہر ایک کا ایک ایک کامل حصہ موجود ہے جیسے فقہی کتابوں میں لکھا ہوتا ہے کہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو، اگرچہ مزید بھی نصف نصف ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ حکم تھا کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔ مزید یوں سمجھ لیں کہ سات افراد نے گائے خریدی اب ضروری ہے کہ اس میں کسی کا ساتویں حصے سے کم نہ ہو یعنی یوں نہ ہو کہ کوئی کہے کہ میں مکمل ایک حصہ نہیں لیتا بلکہ

آدھالوں گا تواب کسی کی قربانی جائز نہ ہوگی۔ چنانچہ علامہ علاؤالدین محمد بن علی حصکفی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں "(فتجب شاۃأوسبع بدنۃ)ھی الابل والبقر۔۔ولو لاحدھم أقل من سبع لم یجزعن احد وتجزی عما دون سبعۃ بالاؤلی" ترجمہ: (شرائط قربانی کے پائے جانے کے وقت) بکری ذبح کرنا یا اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ واجب ہے۔ اور اگر ان میں سے کسی ایک کا ساتویں حصے سے کم ہے تو کسی کی بھی قربانی جائز نہیں اور اگر ساتویں حصے سے زیادہ ہے تو بدرجہ اولی جائز ہے۔

(درمختار معہ ردالمحتار، کتاب الاضحیۃ، جلد9، صفحہ 521 تا525، مطبوعہ، کوئٹہ)

اور عمدۃ المحققین علامہ محمد امین ابن عابدین شامی (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے حاشیہ میں وتجزی عمادون سبعۃ بالاؤلی کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں "واطلقہ فشمل ماذا اتفقت الانصباء قدرا أو لالکن بعدأن لاینقص عن السبع" ترجمہ: اور (تجزی عما۔۔) کو مطلق ذکر کرنا اس صورت کو بھی شامل ہے کہ جب ان کے حصے برابر ہوں یا نہ ہوں لیکن بعد اس کے ساتویں سے کم کسی کا بھی حصہ نہ ہو۔

(ردالمحتار، کتاب الاضحیۃ، جلد9، صفحہ 525، مطبوعہ، کوئٹہ)

اور اسی طرح علامہ علاؤالدین ابی بکر بن سعود الکاسانی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں "ولا شک فی جواز بدنۃ أوبقرۃ عن اقل من سبعۃ بأن اشترک اثنان أوثلاثۃ أو أربعۃ أو خمسۃ أو ستۃ فی بدنۃ أو بقرۃ لانہ لماجاز السبع فالزیادۃ أولی وسواء اتفقت الانصباء فی القدر أو اختلفت بان یکون لاحدھم النصف وللآخر الثلث ولآخر السدس بعدأن لاینقص عن السبع" ترجمہ: اور اونٹ یا گائے کا سات سے کم کی طرف سے جائز ہونا اس میں کوئی شک نہیں ہے اس طور پر کہ دو یا تین یا چار یا پانچ یا چھ ایک اونٹ یا گائے میں شریک ہو جائیں کیونکہ جب ساتواں حصہ جائز ہے تو ساتویں سے زیادہ تو بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔ اور برابر ہے کہ ان کے حصے مقدار میں برابر ہوں یا مختلف ہوں اس طرح کہ ایک کیلئے نصف ہو اور ایک کیلئے ثلث اور ایک کیلئے سدس بعد اس کے ساتویں سے کم نہ ہو۔

(بدائع الصنائع، کتاب التضحیۃ، فصل فی محل اقامۃ الواجب، جلد4، صفحہ 207، مطبوعہ، کوئٹہ)

بہار شریعت میں مولانا مفتی امجد علی اعظمی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں "جب قربانی کے شرائط پائے جائیں تو بکری کا ذبح کرنا یا اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ واجب ہے ساتویں حصہ سے کم نہیں ہو سکتا بلکہ اونٹ یا گائے کے شرکاء میں اگر کسی شریک کا ساتویں حصہ سے کم ہے تو کسی کی قربانی نہیں ہو سکتی یعنی جس کا ساتواں حصہ یا اس سے زیادہ ہے اس کی قربانی بھی نہیں ہوئی۔ گائے یا اونٹ میں ساتویں حصہ سے زیادہ کی قربانی ہو سکتی ہے۔ مثلاً گائے کو چھ یا پانچ یا چار شخصوں کی طرف سے قربانی کریں تو ہو سکتا ہے اور یہ ضرور نہیں کہ سب شرکاء کے حصے برابر ہوں بلکہ کم و بیش بھی ہو سکتے ہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ جس کا حصہ کم ہے تو ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔"

(بہار شریعت، حصہ 15، جلد3، صفحہ 335، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

27ذوالقعدۃ الحرام 1433ھ 15اکتوبر 2012ء

FaizaneShariatFoundation@gmail.com
azharmadani85@gmail.com

الکریم گارڈن فیز1، مین مارکیٹ مناواں لاہور ☎ +92 321 4061265

قربانی کا جانور چوری ہو جائے تو؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ زید پر قربانی واجب نہیں تھی اس کے باوجود اس نے شوق سے بکرعید پر قربانی کے لئے جانور خریدا لیکن بعد میں وہ چوری ہوگیا کیا اب اس پر نیا جانور خرید کر قربانی کرنا ضروری ہوگی ؟ اسی طرح کسی نے جانور خریدا وہ مرگیا یا اس میں ایسا عیب پیدا ہوگیا کہ جس کی وجہ سے اب اس کی قربانی کرنا جائز نہ ہو جیسے کانا ہوگیا، کان کٹ گیا، تو اب کیا کیا جائے؟

سائل: راشد (لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

صورتِ مذکورہ میں زید پر نیا جانور خرید کر قربانی کرنا ضروری نہیں جیسا کہ فقہائے کرام نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ اگر فقیر (جس پر قربانی واجب نہ ہو) نے بنیت قربانی کوئی جانور خریدا اور قربانی سے پہلے وہ جانور مرگیا، چوری ہوگیا تو اس پر نئے جانور کی قربانی کرنا ضروری نہیں اور غنی (جس پر قربانی لازم ہے) کے ساتھ ایسا معاملہ ہوا تو اس پر دوسرا جانور خریدنا ضروری ہے۔ اور اگر اس میں کوئی عیب پیدا ہوگیا جس کی وجہ سے اس کی قربانی کرنا جائز نہ ہو تو اب جس پر قربانی واجب ہے اس پر دوسرا جانور خریدنا لازم ہے اور جس پر قربانی واجب نہ تھی اس نے جانور خرید لیا اور پھر اس میں ایسا عیب پیدا ہوا تو اس پر یہی جانور ذبح کرنا ضروری و لازم ہے۔ درمختار معہ ردالمحتار، جلد6 صفحہ326، مجمع الانھر، جلد2 صفحہ520، ہدایہ، جلد4 صفحہ359 اور تبیین الحقائق میں یہ مسئلہ موجود ہے "إذا ماتت المشتراۃ للتضحیۃ علی الموسر مکانھا أخری، ولا شیء علی الفقیر" ترجمہ: اگر قربانی کے لئے خریدی ہوئی بکری مرجائے تو غنی پر اس کی جگہ دوسرا جانور خریدنا لازمی ہے جبکہ فقیر پر کچھ بھی ضروری نہیں۔

(تبیین الحقائق، کتاب الاضحیہ، باب ما تکون الاضحیۃ، جلد6 صفحہ 7، المطبعۃ الکبری، القاھرہ)

اور فتاوی عالمگیری، جلد5 صفحہ299، اور بدائع الصنائع میں مزید یہ بھی مذکور ہے واللفظ للبدائع "و کذلک إن ماتت عندہ أو سرقت" ترجمہ: اسی طرح اگر مرجائے یا چوری ہوجائے تو بھی یہی حکم ہے (کہ غنی دوسرا جانور خریدے جبکہ فقیر پر دوسرا جانور خریدنا

ضروری نہیں۔) (بدائع الصنائع، کتاب التضحیۃ، جلد5، صفحہ76، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

فتاوی عالمگیری، جلد5، صفحہ299، اور بدائع الصنائع میں یہ مسئلہ مذکور ہے و اللفظ للبدائع ”ولو اشتری أضحیۃ وھی صحیحۃ ثم أعورت عندہ وھو موسر أو قطعت أذنھا کلھا أو ألیتھا أو ذنبھا أو انکسرت رجلھا فلم تستطع أن تمشی لا تجزی عنہ، وعلیہ مکانھا أخری لما بینا بخلاف الفقیر .و کذلک إن ماتت عندہ أو سرقت“ ترجمہ: اگر کسی نے قربانی کے لئے صحیح سلامت جانور خریدا پھر وہ اس کے پاس کانا ہوگیا اور خریدنے والا غنی ہے یا اس کا پورا کان کٹ گیا یا اس کی چکی یا دم کٹ گئی یا اس کا ایک پاؤں اس طرح ٹوٹ گیا کہ وہ چلنے کے قابل نہ رہا تو اسے کفایت نہ کرے گا اس پر اس کی جگہ دوسرا جانور ذبح کرنا واجب ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا بخلاف فقیر کے (کہ اس پر اس صورت میں دوسرا جانور واجب نہیں) اسی طرح اگر مر جائے یا چوری ہو جائے تو بھی یہی حکم ہے (کہ غنی دوسرا جانور خریدے جبکہ فقیر پر دوسرا جانور خریدنا ضروری نہیں۔)

(بدائع الصنائع، کتاب التضحیۃ، جلد5، صفحہ76، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

واللہ اعلم و رسولہ عزوجل و صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

17 ذو القعدہ 1438ھ 10 اگست 2017ء

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

کیا بھینس اور بھینسے کی قربانی جائز ھے؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ بھینس اور بھینسے کی قربانی کا کیا حکم ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

سائل:ریاست خان(اٹک)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

بھینس اور بھینسے (جو وحشی نہ ہوں) اُن کی قربانی جائز ہے۔ یہ بقر(گائے) کی ہی ایک نوع ہے اس لئے اس میں بھی سات حصے ڈالے جاسکتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:"اُحِلَّتۡ لَکُمُ الۡاَنۡعَامُ اِلَّا مَا یُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ"

ترجمۂ کنزالایمان:اورتمہارے لیے حلال کیے گئے بے زبان چوپائے سوا اُن کے جن کی ممانعت تم پر پڑھی جاتی ہے۔

(سورۃ الحج،آیت نمبر:30)

علامہ ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی(المتوفی 373ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:"اُحِلَّتۡ لَکُمُ الۡاَنۡعَامُ یعنی الابل و البقر و الغنم وغیرہ" یعنی:تمہارے لیے بے زبان چوپائے حلال کیے گئے یعنی اونٹ اور گائے اور بکری وغیرہ۔

(تفسیرِ سمرقندی،سورۃ الحج، آیت نمبر:30،جلد نمبر:2،صفحہ نمبر:458)

اعلیٰ حضرت،امام اہلِ سنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:"ان آیات کا مفاد یہ ہے کہ جانوروں میں صرف انعام ہی قربانی اور ہدایا کے لئے مخصوص ہیں،حضرت امام بغوی نے اس مضمون پر تفسیر معالم میں (ایک) دوسری آیت کے تحت تصریح فرمائی،یعنی ان جانوروں کے ذبح اور نحر کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہو۔ان جانوروں کو انعام کہنے کی وجہ ان کا نہ بولنا ہے۔انعام کی قید اس لئے لگائی کہ کچھ بہائم ایسے ہیں کہ قربانیوں میں ذبح نہیں کئے جاتے،جیسے گھوڑا،خچر،گدھا"

(فتاویٰ رضویہ،جلد:20،صفحہ نمبر:396مترجم بتغیر،مطبوعہ:رضافاؤنڈیشن)

مزید آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "انعام کُھر دار جانور اور خف والے، یہ اہل، بقر، غنم ہیں۔ (مصباح المنیر)"

(فتاوی رضویہ، جلد: 20، صفحہ نمبر: 396، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن)

اللہ کریم قرآنِ مجید میں ایک مقام پر ارشاد فرماتا ہے: "وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا" ترجمۂ کنزالایمان: اور مویشی میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے اور کچھ زمین پر بچھے۔ (سورۃ الانعام، آیت نمبر: 142)

صدرالافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: "چوپائے دو قسم کے ہوتے ہیں: کچھ بڑے جو لادنے کے کام آتے ہیں کچھ چھوٹے مثل بکری وغیرہ کے جو اس قابل نہیں، ان میں سے جو اللہ تعالیٰ نے حلال کئے انہیں کھاؤ اور اہلِ جاہلیت کی طرح اللہ کی حلال فرمائی ہوئی چیزوں کو حرام نہ ٹھراؤ۔"

(تفسیر خزائن العرفان، سورۃ الانعام، آیت نمبر: 142، صفحہ نمبر: 279، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ)

اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "ارشاد الٰہی ہے "وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا" شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ترجمہ فرمایا: "پیدا کئے مویشی میں لدنے والے اور دبے" اور فوائد میں فرمایا: "لدنے والے اونٹ اور بیل، اور دبنے والے بھیڑ اور بکری"۔ (فتاوی رضویہ، جلد: 20، صفحہ نمبر: 397 مترجم، بتغیر، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن)

شیخ ابوبکر عبدالرزاق الصنعانی (المتوفی 211ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب میں ایک طویل حدیث نقل کی جس کا ایک حصہ یہ بھی ہے: "وتحسب الجوامیس مع البقر" یعنی: بھینسوں کا شمار گائیوں کے ساتھ کیا جائے۔

(مصنف عبدالرزاق، جلد نمبر: 4، صفحہ نمبر: 24، حدیث نمبر: 6851، مطبوعہ: المجلس العلمی)

علامہ برہان الدین شیخ علی بن ابی بکر المرغینانی (المتوفی 593ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "یدخل فی البقر الجاموس لانہ من جنسہ" یعنی: گائے میں بھینس بھی داخل ہے کیونکہ یہ اس کی جنس سے ہے۔

(الھدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، کتاب الاضحیہ، جلد نمبر: 4، صفحہ نمبر: 359، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی)

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی (۸۹۹ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "البقر جنس وانواعہ الجاموس والعراب" یعنی: گائے جنس ہے اور بھینس اور عراب اس کے نوعیں ہیں۔

(البنایۃ شرح الھدایۃ، کتاب الزکاۃ، فصل فی زکاۃ البقر، جلد نمبر: 3، صفحہ نمبر: 324، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ)

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مقام پر فرماتے ہیں: "ھو نوع من انواع البقر واسم البقر یطلق علیھما" یعنی: بھینس گائے کی نوعوں میں سے ایک نوع ہے۔ لفظ گائے کا اطلاق اس دونوں پر کیا جاتا ہے۔

(البنایۃ شرح الھدایۃ، کتاب الزکاۃ، فصل فی زکاۃ البقر، جلد نمبر: 3، صفحہ نمبر: 329، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ)

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خلاصۃ الفتاوی سے نقل کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "قال فی خلاصۃ الفتاوی: والجاموس یجوز

فی الھدایا و الضحایا استحسانا" یعنی: خلاصۃ الفتاوی میں فرمایا: اور بھینس قربانی میں اور ھدایا میں استحساناً جائز ہے۔

(البنایۃ شرح الھدایۃ، کتاب الاضحیہ، جلد نمبر:12، صفحہ نمبر:48، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ)

علامہ ابو المعالی شیخ محمود بن احمد البخاری الحنفی (المتوفی 626ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "ان البقر اسم جنس و الجاموس اسم نوع" یعنی: بے شک گائے اسم جنس ہے اور بھینس اسم نوع۔ (نوع جنس میں شامل ہوتی ہے)

(المحیط البرہانی، کتاب الایمان والنذور، الفصل الثانی عشر، جلد نمبر:4، صفحہ نمبر:284، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ)

علامہ ابراھیم بن محمد الحلبی الحنفی (المتوفی ۹۵۶) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "الجوامیس کالبقر" یعنی: بھینسیں گائے ہی کی طرح ہیں۔ (مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر، کتاب الزکاۃ، جلد نمبر:۱، صفحہ نمبر:۲۹۵، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ)

علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد النسفی (المتوفی 710ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "الجاموس کالبقر" یعنی: بھینس گائے ہی کی طرح ہے۔ (کنز الدقائق، کتاب الزکاۃ، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر:206، مطبوعہ: دار البشائر الاسلامیہ)

علامہ سراج الدین عمر بن ابراھیم الحنفی (المتوفی ۱۰۰۵ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے تحت فرماتے ہیں: "کالبقر فی الزکاۃ و الاضحیۃ" یعنی: (بھینس) زکاۃ اور قربانی میں گائے کی طرح ہے۔

(النھر الفائق شرح کنز الدقائق، کتاب الزکاۃ، جلد نمبر:1، صفحہ نمبر:424، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ)

علامہ فخر الدین شیخ عثمان بن علی الزیلعی (المتوفی ۷۴۳ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "انواع البقر ثلاثۃ العراب و الجاموس و الدربانیۃ" یعنی: گائے کی تین اقسام ہیں عراب، بھینس، دربانیہ

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، کتاب الزکاۃ، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر:263، مطبوعہ: المطبعۃ الکبری الامیریۃ)

علامہ زین الدین بن ابراھیم ابن نجیم المصری (المتوفی 970ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرماتے ہیں: "الجوامیس من البقر لانھا نوع منہ" یعنی: بھینسیں گائیوں میں سے ہیں کیونکہ یہ انہی کی قسم میں سے ہیں۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الزکاۃ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 232، مطبوعہ: دار الکتاب الاسلامی)

علامہ عبد الغنی الغنیمی المیدانی (المتوفی ۱۲۹۸ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "الجوامیس و البقر سواء لاتحاد الجنسیۃ، اذ ھو نوع منہ" یعنی: بھینسیں اور گائیں برابر ہیں جنس کے ایک ہونے کی وجہ سے کیونکہ وہ انہی کی قسم میں سے ہیں۔

(اللباب فی شرح الکتاب، کتاب الزکاۃ، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر:142، مطبوعہ: المکتبۃ العلمیہ)

ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: "وحولین من البقر والجاموس" یعنی: اور دو سال کی گائے اور بھینس (کی قربانی درست ہے)

(اللباب فی شرح الکتاب، کتاب الصید والذبائح، جلد نمبر:3، صفحہ نمبر:225، مطبوعہ: المکتبۃ العلمیہ)

علامہ ابو بکر بن علی الحدادی (المتوفی 800ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "ویدخل فی البقر الجوامیس لانھا من جنسھا"

یعنی: گائے میں بھینسیں داخل ہیں کیونکہ بھینسیں ان ہی کی جنس سے ہیں۔

(الجوہرۃ النیرۃ علی مختصر القدوری، کتاب الصید والذبائح، جلد نمبر: 2، صفحہ نمبر: 189، مطبوعہ: المطبعۃ الخیریۃ)

شیخ محمد بن عبداللہ التمرتاشی (المتوفی 939ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "وحولین من البقر والجاموس" یعنی: اور دو سال کی گائے اور بھینس (کی قربانی درست ہے) (الدر المختار شرح تنویر الابصار، جلد نمبر: 1، صفحہ نمبر: 646، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ)

علامہ فرید الدین شیخ عالم بن العلاء الہندی (المتوفی 786ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "ویجزئ الجاموس فی الاضحیۃ عن سبعۃ" یعنی: بھینس کو سات شخصوں کی طرف سے قربان کرنا درست ہے۔

(الفتاوی التاتارخانیہ، کتاب الاضحیۃ، مایجوز من الضحایا، جلد: 17، صفحہ نمبر: 434، مطبوعہ: مکتبہ زکریا)

امام فخر الدین الشیخ حسن بن منصور الفرغانی (المتوفی 596ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "وکذلک الجاموس؛ لانہ نوع من البقر الاھلی" یعنی: اسی طرح بھینس (کی قربانی بھی جائز ہے) کیونکہ یہ اہلی گائے کی ہی نوع میں سے ہے۔

(فتاوی قاضیخان، کتاب الاضحیۃ، فصل فیما یجوز فی الضحایا ومالا یجوز، جلد نمبر: 3، صفحہ نمبر: 234، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ)

اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "بھینس کو گائے کے ساتھ لاحق نہیں کیا گیا: یہ کہنا بھینس کو گائے کے ساتھ از روئے قیاس لاحق کیا گیا غلط ہے کیونکہ یہ مسئلہ قیاسی ہے ہی نہیں، اگر قیاس پر مدار ہوتا تو سفید نیل گائے کو گائے کے ساتھ، اور پہاڑی بکری اور ہرن کو بکری کے ساتھ لاحق کرنا بدرجہ اولیٰ بہتر ہوتا لیکن ایسا جائز نہیں۔"

(فتاویٰ رضویہ جلد 20، صفحہ نمبر: 400، 401، مترجم، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن)

مزید فرماتے ہیں: "علامہ طوری تکملہ بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں تصریح فرماتے ہیں: "قربانی کا جواز شرح مطہر میں انھیں جانوروں میں ثابت ہے جو اہلی ہوں وحشی میں نہیں، اور یہاں قیاس کو باریابی کی اجازت نہیں" تو حقیقت حال یہ نہیں ہوئی کہ اکمل کو کامل کے ساتھ لاحق کیا گیا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ علماء کے نزدیک بھینس کا گائے کی ہی نوع میں ہونا ثابت ہوا تو انھوں نے کہا کہ قرآن کا لفظ بقر بھینس کو شامل ہے" (فتاوی رضویہ، جلد 20، صفحہ نمبر 401، 402 مترجم، مترجم، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن)

اور یہ بھی نقل کیا کہ: "فاضل عبد العلی لکھنوی کی شرح مختصر وقایہ میں ہے" بھینس گائے کی طرح ہے یہ اسی کی ایک نوع ہے" روضہ میں ہے: "اس کی قربانی استحسانا جائز ہے قیاس میں تو جائز نہ ہونا چاہئے۔" (فتاویٰ رضویہ جلد 20، صفحہ نمبر 403، 404، مترجم، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن)

پس مذکورہ بالا کتبِ فقہ متون، شروح، حواشی وفتاوی وغیر ہم کی نصوص سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ بھینس جو وحشی نہ ہو اس کی قربانی جائز ہے۔

واللہ أعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وأصحابہ وبارك وسلم

الجواب صحیح

أبو أطہر محمد أظہر العطاري المدني عفی عنہ الباري

کتبہ: ابن عامر احمد رضا عطاري عفی عنہ

26 ذو القعدۃ الحرام 1439، 9 اگست 2018

دودھ دینے والے جانور کی قربانی کرنا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ میرے پاس ایک گائے ہے وہ دودھ والی ہے میں اس کی قربانی کرنا چاہتا ہوں کیا میں اس کی قربانی کرسکتا ہوں؟ رہنمائی فرمادیں۔ سائل: محمد آصف (حاجی قمر دین پارک کوٹ خواجہ سعید لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

صورت مسئولہ میں مذکورہ گائے کی قربانی کرنا جائز ہے مگر ناپسند ہے کہ حدیث میں اس کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔

اعلی حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''دودھ کے جانور یا گابھن کی قربانی اگرچہ صحیح ہے مگر ناپسند ہے۔ حدیث میں اس سے ممانعت فرمائی۔ (فتاوی رضویہ، جلد20، صفحہ370، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

یہی حکم دودھ دینے والی بکری کا ہے اس کی قربانی ہوجائے گی مگر ناپسند ہے۔

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــــــــــــــہ

ابواطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

17ذو القعدہ1438ھ 10اگست2017ء

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

دار الافتاء فیضان شریعت

Faizan-e-Shariat Foundation

الکریم گارڈن فیز1، مین مارکیٹ مناواں لاہور ☎ +92 321 4061265

خُنثٰی بکرے کی قربانی جائز یا ناجائز؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ خنثی بکرے کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ اگر قربانی جائز نہیں تو کیا اس کو گوشت کے لئے ذبح کرکے اس کا گوشت کھا سکتے ہیں؟ محمد عاطف (لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جس جانور میں تذکیر وتانیث دونوں کی علامتیں ہوں، دونوں سے پیشاب کرتا ہو، اس کی قربانی جائز نہیں، البتہ قربانی کے علاوہ اس کو ذبح شرعی کرکے اس کا گوشت کھانا حلال وجائز ہے۔

مجمع الانھر میں ہے "ولا بالخنثی لان لحمھا لا ینضع" ترجمہ: خنثی بکرے کی قربانی جائز نہیں کیونکہ اس کا گوشت پکتا نہیں۔

(مجمع الانھر، ج، ص، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ)

فتاوی عالمگیری میں ہے "لاتجوز التضحیۃ بالشاۃ الخنثی لان لحمھا لا ینضج" خنثی بکرے کی قربانی جائز نہیں کیونکہ اس کا گوشت پکتا نہیں۔

(فتاوی عالمگیری، جلد 5، صفحہ 233، مطبوعہ رشیدیہ کوئٹہ)

اعلی حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں "خنثٰی کہ نر ومادہ دونوں کی علامتیں رکھتا ہو، دونوں سے یکساں پیشاب آتا ہو، کوئی وجہ ترجیح نہ رکھتا ہو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں کہ اس کا گوشت کسی طرح پکائے نہیں پکتا، ویسے ذبح سے حلال ہوجائے گا، اگر کوئی کچا گوشت کھائے، کھائے۔

(فتاوی رضویہ، جلد 20، صفحہ 255، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

19 ذو القعدہ 1438ھ 12 اگست 2017ء

آپریشن کرکے سینگ ختم کردئیے قربانی ہوگی یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں گائے کا بچھڑا جب ایک ڈیڑھ ماہ کا ہوتا ہے تو آپریشن کرکے اس کے سینگ ختم کردیئے جاتے ہیں کہ بعد میں سینگ بالکل نہیں نکلتے۔ اس کا مقصد اس کے حسن اور قیمت میں اضافہ ہوتا ہے۔یعنی سینگ والا بکرا اگر مارکیٹ میں 3500 کا ہے تو بغیر سینگ والا اپنی خوبصورتی کے باعث 4500 کا ہوتا ہے۔اس کی قربانی کے متعلق کیا حکم ہے؟

سائل: حافظ برہان الدین تونسوی (تونسہ شریف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

بیان کی گئی صورت میں جیسے بغیر سینگ کے جانور مارکیٹ میں پائے جاتے ہیں ان کی قربانی جائز ہے کہ جمال میں کمی نہ آئی اور سینگ ہونا قربانی میں مقصود نہیں چنانچہ المبسوط، الاختیار اور الہدایہ میں ہے "ویجوز أن یضحی بالجماء وھی التی لا قرن لھا لأن القرن لا یتعلق بہ مقصود، و کذا مکسورۃ القرن لما قلنا"

(الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، کتاب الأضحیۃ، علی من تجب الأضحیۃ، جلد 4، صفحہ 359، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

و اللہ اعلم و رسولہ عزو جل و صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ و سلم

کتبـــہ

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

19 ذو القعدہ 1438ھ 12 اگست 2017ء

گاڑیوں کا کرایہ آتا ھے مگر بچتا کچھ نہیں قربانی واجب یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ہندہ کے ملکیت میں تین دکانیں اور تین (hilex) گاڑیاں ہیں جن کو کرایہ پر دے کر وہ اپنی اوراپنے بچوں کی ضروریات پوری کرتی ہے،اس میں سے کچھ بھی نہیں بچا پاتی، اس کے پاس کوئی اور نصاب،کرایہ میں سے جمع شدہ مال اورحاجت اصلیہ سے فارغ بقدرنصاب مال نہیں ہے۔توکیاان اشیاء کی موجودگی میں وہ زکوۃ لے سکتی ہے؟نیزکیااس پرقربانی لازم ہوگی؟ سائل: عابدعطاری (جوہرٹاؤن،لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃالحق و الصواب

صورت مسئولہ میں ہندہ کی ملکیت میں جومکان اورگاڑیاں ہیں جن کے کرایہ سے وہ اپنی اوراپنے بچوں کی ضروریات پوری کرتی ہے یہ اشیاء اس کی حاجت اصلیہ میں شامل ہیں۔لہذا اگراس کے پاس کوئی اورنصاب،کرایہ میں سے جمع شدہ مال اورحاجت اصلیہ سے فارغ بقدرنصاب مال نہیں ہےتوان اشیاء کے باعث اس پرقربانی لازم نہیں ہوگی اوروہ زکوۃ بھی لے سکتی ہے۔

اعلی حضرت امام اہل سنت امام احمدرضا خان علیہ رحمۃ الرحمن (1340ھ) سےایک شخص کے بارے میں سوال ہوا جو صاحب جائیداد ہے۔سوروپیہ سالانہ آمدن کی جائیداد ہے۔وہ شخص ماہوارکانوکربھی ہے۔جواس کی ضروریات دنیویہ کوکافی ہے۔کسی سال میں کچھ نہیں بچتا تو جواباارشادفرمایا"ستر روپیہ کازیوراگرمملوک زن ہےاراس پرقرض نہیں تواس پرنہ صرف اضحیہ وصدقہ فطربلکہ زکوٰۃ بھی فرض ہے کہ اگرچہ(صہ) کےسونے(عہ) کی چاندی میں کسی کی نصاب کامل نہیں،مگرسونے کو چاندی کرنے سے چاندی کی نصاب کامل مع زیادہ ہوجائے گی،ہاں شوہرپرصدقہ واضحیہ بھی نہیں،اگرچہ زیورمذکوربھی اسی کی ملک ہوکہ تمام کاقرض محیط ہے۔مگران علماء کےنزدیک کہ ایجاب صدقہ واضحیہ میں قیمت جائدادکااعتبارکرتے ہیں اورراجح ومفتی بہ اول ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ہندیہ میں ظہیریہ سے ہے :ان کان لہ عقار و مستقلات ملک اختلف المشائخ المتاخرون رحمھم اللہ فالزعفرانی و الفقیہ علی الرازی اعتبر اقیمتھا، و ابو علی الدقاق وغیرہ اعتبر الدخل، و اختلفوا فیما بینھم، قال ابو علی الدقاق ان کان یدخل لہ من ذٰلک قوت سنۃ فعلیہ الاضحیۃ ومنھم من قال قوت شھر و متی فضل من ذٰلک قدر مائتی درھم فصاعدا فعلیہ الاضحیۃ، ترجمہ:اگرکسی کی زمین

اور آمدن والی ملکیت ہو متاخرین مشائخ کا اختلاف ہے تو زعفرانی اور فقیہ علی رازی نے قیمت کا اعتبار کیا ہے اور ابوعلی الدقاق وغیرہ نے آمدن کا اعتبار کیا ہے اور ان کا آپس میں اختلاف ہوا اور ابوعلی الدقاق نے کہا اگر اس کو ان اشیاء سے سال بھر کے خرچہ کی آمدن ہو تو اس پر قربانی واجب ہے اور ان میں سے بعض نے کہا کہ ماہانہ خرچہ کی آمدن ہو اور جب سال بھر میں دو سو درہم یا زائد فاضل بچ جائے تو اس پر قربانی واجب ہے۔ ردالمحتار میں ہے :سئل محل عمن له ارض یزر عیھا او حانوت یستغلھا او دار غلتھا ثلثة الاف و لاتکفی لنفقته و نفقة عیاله سنة یحل له اخذالزکوٰة و ان کانت قیمته تبلغ الوفاء و علیه الفتوی و عندھما لایحل" امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا ایسے شخص کے متعلق کہ اس کی زرعی زمین یا دکان یا مکان کا کرایہ آمدن تین ہزار ہے اور اس کے اور اس کے عیال کے سال بھر کے نفقہ کے لئے کافی نہیں اس کو زکوٰۃ حلال ہے اگر چہ ان کی قیمت کفایت کو پہنچی ہو، اور اسی پر فتوٰی ہے اور شیخین کے نزدیک حلال نہیں۔

درمختار کے صدقہ فطر میں ہے :تجب علی کل مسلم ذی نصاب فاضل عن حاجته الاصلیة و ان لم ینم، و بھذا النصاب تحرم الصدقة، و تجب الاضحیة و نفقة المحارم علی الراجح۔ قلت فالذی له ارض قیمتھا الوف کما وصف لو کان تجب علیه الاضحیة لحرمت علیه الزکوٰة لکنھا لم تحرم فالاضحیة لم تجب، و اللہ تعالیٰ اعلم۔ ہر مالک نصاب مسلمان پر کہ اس کی اصل حاجت سے زائد ہو اگر چہ یہ نصاب نامی نہ ہو تو راجح قول پر محارم کا نفقہ اور قربانی واجب ہے اور اس نصاب سے زکوٰۃ لینا حرام ہو جاتا ہے، میں کہتا ہوں جس کے پاس زمین ہے جس کی قیمت ہزاروں ہے جیسے بیان کیا گیا ہے اگر اس پر قربانی واجب ہے تو اس کو زکوٰۃ لینا حرام ہے لیکن زکوٰۃ حرام نہیں، لہٰذا قربانی واجب نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد 20، صفحہ 368,367، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم و رسوله عزوجل و صلی اللہ علیه و آله و اصحابه و سلم

کتبـــــــــــــــه

ابو اطہر مفتی محمد اظہر عطاری المدنی

16 ذوقعدۃ الحرام 1436ھ 1 ستمبر 2015ء

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

الکریم گارڈن فیز1، مین مارکیٹ مناواں لاہور ☎ +92 321 4061265

وحشی جانور کو بے ہوش کر کے ذبح کرنا جائز ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ ایسا قربانی کا جانور جس کو ذبح نہیں کیا جاسکتا وہ وحشی ہو گیا ہو تو کیا اس کو بے ہوشی کا ٹیکہ لگا کر ذبح کر سکتے ہیں؟ سائل: محمد قاسم (شیخوپورہ، پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

پوچھی گئی صورت میں اس قربانی کے جانور کو ٹیکہ لگا کر بے ہوش کر کے ذبح کر سکتے ہیں کہ اگرچہ ٹیکہ لگانے سے جانور کو تکلیف ہو گی لیکن یہ بے ضرورت تکلیف دینا نہیں ہے بلکہ یہاں ضرورت پائی جارہی ہے کہ جانور اس قدر بے قابو ہو گیا ہے کہ بغیر بے ہوش کئے ذبح نہیں کیا جاسکتا ہے اور جانور کو صرف وہ تکلیف دینا مکروہ (تحریمی) ہے جو بے فائدہ، بے ضرورت ہو۔ نیز پالتو جانور جس کے لئے ذبح اختیاری (دھاردار چیز سے جانور کے حلقوم کو اس طرح کاٹنا کہ چار رگوں میں سے کم سے کم تین کٹ جائیں) ہے اگر وحشی و بے قابو ہو جائے تو اس کو ذبح کرنے میں ذبح اضطراری (وحشی جانور کے جسم میں کسی جگہ نیزہ وغیرہ دھار والے ہتھیار بھونک کر خون نکال دیا جائے۔ اس سے مخصوص صورتوں میں جانور حلال ہوتا ہے) پر عمل ہو سکتا ہے اور ذبح اضطراری میں ٹیکہ کے بہ نسبت زیادہ تکلیف ہے اور جب ایسے جانور کے ذبح میں ذبح اضطراری پر عمل ہو سکتا ہے تو ٹیکہ لگانے کی بدرجہ اولیٰ اجازت ہو گی۔

یاد رہے! جانور کا وقتِ ذبح زندہ رہنا ضروری ہے اگر ایسا ٹیکہ لگایا کہ وقتِ ذبح اس میں جان نہیں ہے تو جانور ذبح سے ہرگز حلال نہ ہو گا۔ نیز ذبح اضطراری میں ہتھیار کا دھاردار، کاٹنے والا ہونا ضروری ہے لہٰذا جو ہتھیار ایسا نہ ہو جیسے بندوق کی گولی، اس سے جانور کو زخمی کیا گیا اور وہ مر گیا تو حرام ہے۔ اور اگر زندہ پایا گیا اور ذبح کر لیا گیا تو ذبح کے سبب حلال ہو گیا۔

علامہ برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر مرغینانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں "ان مافیه زیادة ایلام لایحتاج الیه فی الذکاۃ مکروہ" ترجمہ: ذبح کرنے میں بے ضرورت زائد تکلیف دینا مکروہ ہے۔

(ہدایہ، کتاب الذبائح، جلد4، صفحہ423، مجلس برکات، مبارک پور، ہند)

تنویرالابصارودرمختارمیں ہے ”(و)کرہ کل تعذیب بلافائدۃ مثل (قطع الرأس والسلخ قبل ان تبرد)“ترجمہ:بےفائدہ (جانورکو)کسی بھی طرح کی تکلیف دینامکروہ ہے مثلاً جسم ٹھنڈاہونے سے پہلے سرجداکردینا،کھال اتارنا۔

(تنویرالابصارودرمختارمع ردالمحتار،کتاب الذبائح،جلد9،صفحہ495،دارالمعرفۃ،بیروت)

یہاں مکروہ سے مرادمکروہ تحریمی ہے کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمدرضاخان علیہ الرحمۃ والرضوان نے درانتی سے ذبح کرنے کوممنوع وگناہ تحریرفرمایاہےاورگناہ مکروہ تحریمی کےارتکاب سےہوتاہےنہ کہ تنزیہی سے۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں”درانتی آلاتِ ذبح سے ہے......مگراس سے ذبح کرناممنوع وگناہ ہے کہ بےسبب ایذاہے،جیسےکندچھری یااس سےبھی زائد“

(فتاویٰ رضویہ،کتاب الذبائح،جلد20،صفحہ224-225،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

ملک العلماءعلامہ ابوبکرکاسانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں”واماالاضطراریۃفرکنھاالعقروھوالجرح فی ای موضع کان وذلك فی الصیدوماھوفی معنی الصید۔۔۔وکذلك ماندمن الابل والبقروالغنم بحیث لایقدرعلیھاصاحبھالانھابمعنی الصیدوإن کان مستأنسا“ترجمہ:ذبح اضطراری کارکن یہ ہےکہ کسی بھی جگہ زخم لگادیاجائےاوریہ شکاراوراس جانورکےلئےہےجوشکارکےحکم میں ہے۔۔۔یہی حکم ان بدک کربھاگ جانے والےاونٹ،گائےاوربکریوں کاہےجوقابومیں نہ آسکیں کہ وہ شکارکےحکم میں ہیں اگرچہ مانوس ہوں۔

(بدائع الصنائع،کتاب الذبائح والصیود،فصل بیان شرط حل الاکل فی الحیوان،جلد5،صفحہ43،دارالکتب العلمیۃ،بیروت)

صدرالشریعہ حضرت مفتی امجدعلی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریرفرماتے ہیں”اگرگھریلوجانوروحشی کی طرح ہوجائےکہ قابومیں نہ آئےتواس کاذبح اضطراری ہےکہ جس طرح ممکن ہوذبح کرسکتے ہیں۔“

(بہارشریعت،ذبح کابیان،جلد3،حصہ15،صفحہ315،مکتبۃ المدینہ،کراچی)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمدرضاخان علیہ الرحمۃ والرضوان سےسوال ہواکہ”بندوق کاشکارکھاناجبکہ تکبیرکےساتھ سرکی جائےکیاحکم رکھتاہے؟“توآپ جواب میں ارشادفرماتے ہیں”اگرزندہ پایااورذبح کرلیا،ذبح کےسبب حلال ہوگیاورنہ ہرگزنہ کھایاجائے،بندوق کاحکم تیرکی مثل نہیں ہوسکتا،یہاں آلہ وہ چاہیےجواپنی دھارسےقتل کرےاورگولی چھرےمیں دھارنہیں،آلہ وہ چاہیےجوکاٹ کرتاہواوربندوق توڑکرتی ہےنہ کہ کاٹ۔“ (فتاویٰ رضویہ،کتاب الصید،جلد20،صفحہ347،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

ایک اورمقام پرتحریرفرماتے ہیں”بندوق کی گولی دربارہ حلتِ صیدحکمِ تیرمیں نہیں،اس کامارا ہواشکارمطلقاً حرام ہےکہ اس میں قطع وخرق نہیں،صدم ودق وکسروحرق ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ،کتاب الصید،جلد20،صفحہ343،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

سراج الفقہاءحضرت مفتی محمدنظام الدین رضوی مدظلہ العالی ذبحِ اضطراری کی وضاحت کرتے ہوئےتحریرفرماتے ہیں”بدن کےکسی حصےمیں بسم اللہ پڑھ کرزخم لگادینا۔یہ حکم شکاری جانوروں کےلئےہےجوانسانوں سےبدک کربھاگتے ہیں،یونہی ان گھریلوجانوروں کےلئےبھی جوبدک کرقابوسےباہرہوچکےہوں۔ان کےبارےمیں مذہب اسلام کی ہدایت یہ ہےکہ ان کونیزہ،تیریاکسی بھی

دھاروالے ہتھیار سے، یا سکھائے ہوئے کتے، یا باز وغیرہ سے بسم اللہ پڑھ کر زخمی کر دیا جائے اور قابو میں آنے سے پہلے وہ اسی زخم سے دم توڑ دیں۔ ایسے جانوروں کے حق میں یہ زخم لگا دینا بوجہ مجبوری ذبح تسلیم کیا گیا ہے، اسے فقہ کی اصطلاح میں "ذبحِ اضطراری" کہا جاتا ہے"۔

(مشینی ذبیحہ کا حکم، صفحہ 36، مکتبہ برکات المدینہ، کراچی)

و اللہ تعالی اعلم و علمہ جل مجدہ أتم و أحکم

کتبہ: ابو بلال غلام ربانی المصباحی عفی عنہ

11 محرم الحرام 1441، 11 ستمبر 2019

الجواب صحیح

أبو أطهر محمد أظهر العطاري المدني عفى عنه الباري

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

الکریم گارڈن فیز1، مین مارکیٹ مناواں لاہور ☎ +92 321 4061265

یوکے میں موجود شخص کی پاکستان میں قربانی کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ اس سال پاکستان اور یوکے میں ایک ہی دن عید ہو رہی ہے میں نے اپنی قربانی گھر بھیجی ہے اور گھر والوں کو تاکید کی ہے کہ 11 بجے قربانی کی جائے اس وقت یہاں یوکے میں تقریبا 7 بج رہے ہوں گے اور سورج طلوع ہو چکا ہوگا مگر ابھی نمازِ عید نہیں ادا ہوئی ہوگی۔ سوال یہ تھا کہ کیا میری طرف سے قربانی جو کہ پاکستان میں ہوگی اس سے پہلے میرا نمازِ عید ادا کر چکے ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ سائل: رضوان (یوکے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

پاکستان میں جہاں آپ کی طرف سے قربانی ہونی ہے وہاں کا اعتبار کیا جائے گا۔ جب وہاں نمازِ عید کی جماعت ہو جائے تو اس کے بعد آپ کی طرف سے قربانی کی جائے کیونکہ قربانی میں جانور کی جگہ کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ اس کا کہ جس کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے۔ البتہ احتیاط اسی میں ہے کہ جب آپ کے ہاں بھی نمازِ عید ادا کر لی جائے تو آپ کی طرف سے قربانی ہو۔ اور مقام قربانی اور قربانی کرنے والے دونوں کے مقام میں نماز عید کے بعد قربانی کا وقت بھی موجود ہو۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی الحصکفی (المتوفی 1088ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "والمعتبر مکان الاضحیۃ لا مکان من علیہ"

یعنی: قربانی کی جگہ کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ اس جگہ کا جس میں وہ موجود ہے (کہ جس کی طرف سے قربانی کرنی ہے)

(الدر المختار شرح تنویر الابصار، کتاب الاضحیۃ، جلد نمبر: 1 صفحہ نمبر: 646، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ)

علامہ ابوبکر بن علی الحدادی (المتوفی 800ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "ویعتبر فی الذبح مکان الاضحیۃ لا مکان الرجل"

یعنی: ذبح میں قربانی کی جگہ کا اعتبار ہے نہ کہ اس شخص کی جگہ کا۔

(الجوہرۃ النیرۃ علی مختصر القدوری، کتاب الصید والذبائح، جلد نمبر: ۲، صفحہ نمبر: ۱۸۸، مطبوعہ: المطبعۃ الخیریۃ)

علامہ ابوالمعالی شیخ محمود بن احمد البخاری الحنفی (المتوفی 626ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرماتے ہیں: "ان رجل اذا کان فی المصر و اھلہ فی مصر آخر فکتب الیھم ان یضحوا عنہ فانہ یعتبر مکان الذبیحۃ فینبغی ان یضحوا بعد صلاۃ الامام فی المصر الذی یذبح فیہ" یعنی: اگر کوئی شخص ایک شہر میں ہو اور اس کے گھر والے دوسرے شہر میں ہوں اور اس نے گھر والوں کو لکھ بھیجا کہ اس کی طرف سے قربانی کریں۔ کیونکہ قربانی کی جگہ کا اعتبار ہے اس لئے چاہیے کہ جس شہر میں ذبح کرنا ہے اس کے امام کی نماز کے بعد وہ قربانی کریں۔

(المحیط البرہانی، کتاب الاضحیۃ، الفصل الرابع، جلد نمبر:6، صفحہ نمبر:91، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ)

امام فخر الدین الشیخ حسن بن منصور الفرغانی (المتوفی 596ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "ولو کان ھو فی مصر وقت الاضحیۃ واھلہ فی مصر آخر، فکتب الی الاھل وامرھم بالتضحیۃ فی ظاھر الروایۃ، یعتبر مکان الاضحیۃ" یعنی: اگر وہ قربانی کے وقت ایک شہر میں ہو اور اس کے گھر والے دوسرے شہر میں ہوں۔ اس نے اپنے گھر والوں کی طرف لکھ بھیجا اور انہیں قربانی کا حکم دیا، تو ظاہر الروایۃ میں ہے کہ قربانی کی جگہ کا اعتبار ہوگا۔

(فتاوی قاضیخان، کتاب الاضحیۃ، جلد نمبر:3، صفحہ نمبر:230، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ)

علامہ فرید الدین شیخ عالم بن العلاء الہندی (المتوفی 786ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "قال محمد رحمہ اللہ: النظر فی ھذا الی موضع الذبح دون المذبوح عنہ" یعنی: امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا: اس میں ذبح کرنے کی جگہ کو دیکھتے ہیں نہ کہ اس کی کہ جس کی طرف سے ذبح کیا جائے گا۔

(الفتاوی التاتارخانیہ، کتاب الاضحیۃ، ما یتعلق بالمکان والزمان، جلد:۱۷، صفحہ نمبر:۴۲۲، مطبوعہ: مکتبہ زکریا)

مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "یہ جو شہر و دیہات کا فرق بتایا گیا یہ مقام قربانی کے لحاظ سے ہے قربانی کرنے والے کے اعتبار سے نہیں۔"

(بہارِ شریعت، جلد:15، صفحہ نمبر:339، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ)

واللہ أعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وأصحابہ وبارك وسلم

کتبہ: ابن عامر احمد رضا عطاري عفی عنه

8 ذوالحجۃ الحرام 1439، 20 اگست 2018

الجواب صحیح

أبو أطهر محمد أظهر العطاري المدني عفي عنه الباري

فقہ حنفی پر مشتمل قرآن وسنت سے ثابت شدہ فتاوی جات پڑھنے اور دیگر اسلامی واصلاحی پوسٹس حاصل کرنے کے لئے ہمارے پیج (Faizan e Shariat Foundation) کو ضرور لائک کریں۔

اور اگر آپ ہماری تمام تر پوسٹس وٹس ایپ پر چاہتے ہیں تو ہمارے اس نمبر پر رابطہ کریں:

+92 321 4061265

www.faizaneshariat.org www.faizaneshariat.com

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

الکریم گارڈن فیز1، مین مارکیٹ مناواں لاہور ☎ +92 321 4061265

قربانی کے جانور کی عمر معلوم کرنے کا طریقہ کیا ھے؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ بکرے ،گائے اور اونٹ کی عمروں کا تعین کیسے ہو؟ دانتوں کی علامت کتابوں میں نظر نہیں آتی۔یقینی معلومات کی کوئی صورت؟ اگر دانتوں کی درست مان لی جائے تب بھی ہر ایک شخص دانت دیکھ کر یقینی اندازہ نہیں لگا سکتا اور مسئلہ یہ ہے کہ بکرا سال میں ایک دن بھی کم کا نہ ہو۔اسی طرح ٦ ماہ کا دُنبہ فربہ ہی سہی عمر میں دو چار دن کم بھی تو ہو سکتا ہے! کیا ان صورتوں میں بیچنے والوں کی دی ہوئی خبر معتبر ہے؟ جبکہ آپ جانتے ہیں کہ ان میں اکثر فُساق بے باک ہوتے ہیں۔کیا تحرّی کی صورت ہے؟ اگر ہاں تو عوام سے تحری کی کتنی امید؟ رہنمائی فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

قربانی کے جانوروں کی عمر کا تعین وہی کرسکتا ہے جو جانوروں کے حالات ومعاملات سے بخوبی واقف ہے جیسے گاؤں دیہاتوں کے بعض لوگ جو شروع ہی سے مویشی پالتے ہیں اسی طرح شہر میں وہ لوگ جن کا کاروبار ہی یہی ہے کہ وہ مویشی پال کر گزارا کرتے ہیں اسی طرح بیوپاری حضرات اگر یہ کہہ دیں کہ جانور کی اتنی عمر ہے اور کوئی قرینہ جانور میں ایسا موجود نہیں جو بیوپاری کی بات کے خلاف جاتا ہو تو ان کی بات قابل قبول ہے اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ جو جس فن سے اچھی طرح واقف ہے اس کی بات اپنے فن میں قابل قبول ہے جبکہ شرع کے خلاف نہ ہو جیسا کہ کان کے متعلق اس کے ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ منفذ نہیں ہے جس کی وجہ سے موجودہ دور میں علماء مفتیان کرام نے کان میں دوائی ڈالنے سے روزہ کے نہ ٹوٹنے کا فتوی دیا اسی طرح کئی ایک معاملات میں ہم علم طب کے ماہرین کے اقوال کو مانتے ہیں، نیز تجارت ہی کے معاملے کو لے لیجئے فقہاء کرام کتاب البیوع کے باب خیار عیب میں جہاں عیب کی تعریف بیان کرتے ہیں وہاں یہی کہتے ہیں کہ عیب وہ ہے جسے تجار عیب شمار کریں کہ وہ اس فن کے ماہر ہیں لہٰذا جو عرصہ دراز سے جانوروں کی خرید وفروخت سے منسلک ہے جس سے اسے تجربہ حاصل ہو چکا، اس کی بات یقینی طور پر حجت وقابل قبول ہے جیسا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں ”باب

خيار العيب هو لغة ما يخلو عنه أصل الفطرة السليمة .وشرعا ما أفاده بقوله (من وجد بمشريه ما ينقص الثمن) ولو يسيرا جوهرة (عند التجار) المراد أرباب المعرفة بكل تجارة وصنعة۔" ترجمہ: خیارِ عیب کا بیان: اس کا لغوی معنی ہے کہ جس سے فطرتِ سلیمہ خالی ہو۔ اور شرعی معنی جو ماتن کے قول سے مستفاد ہے کہ عیب وہ ہے جس کی وجہ سے تاجروں کے ہاں مبیع کے ثمن میں کمی واقع ہو جائے اگر چہ کمی ہلکی سی ہی کیوں نہ ہو۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "عند التجار" کے تحت فرماتے ہیں کہ مراد ارباب معرفت ہیں۔ (ردالمحتار، کتاب البیوع، باب خیار العیب، جلد 07، صفحہ 164، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

لہٰذا مسلمان جو پچاس پچاس سال سے مسلسل قربانی کرتے قربانی کے جانور سیل کرتے ہیں انہوں نے جانوروں کی عمریں جو شریعت نے بیان کیں ان کی معلومات حاصل کرنے کے لئے اگر دانتوں کو نشانی بنایا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ خلاف شریعت نہیں بلکہ حکم شرعی پر صحیح طور پر عمل کرنے کے لئے ایک علامت بنایا جس کا خلاف آج تک ثابت نہیں ہو سکا یعنی آج تک کسی بڑے سے بڑے ماہر نے بھی دانتوں کی نشانی کو رد نہیں کیا۔ یہاں تک کہ بہار شریعت اور دیگر اردو فتاویٰ جات میں فقہاء کرام نے اس نظریے کا رد نہیں کیا۔

نیز اگر بیان کردہ صورت نہ بھی ہو تو پھر عمر کی معلومات کے دو طریقے ہیں:

(1) منڈی میں جو جانور بیچ رہا ہے وہ کہہ دے کہ سال کا ہے تو اس جانور کو قربانی میں ذبح کرنا جائز ہے کہ اس کی خبر از قبیلہ معاملات سے ہے اور معاملات میں فاسق و کافر کی خبر قابل قبول ہے جبکہ غلبہ ظن حاصل ہو جائے۔ یاد رہے کہ احکام دو طرح کے ہیں:۔

(1) دیانات: اس سے مراد کسی شے کا حلال یا حرام ہونا اس کو خالص عبادات بھی کہتے ہیں۔ جیسا کہ نہایہ میں ہے "من الديانات الحل والحرمة۔" دیانات میں سے حلال و حرام ہے۔"

(نہایہ، ماخوذ از فتاوی رضویہ، جلد 20، صفحہ 281، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) معاملات: ان سے مراد ہر وہ کام جس میں کسی پر الزام و جھگڑا وغیرہ نہ ہو۔ جیسا کہ تبیین الحقائق میں ہے "ومن المعاملات التوكيل والإذن في التجارة، وكل شيء ليس فيه إلزام، ولا ما يدل على النزاع۔" ترجمہ: معاملات میں سے توکیل و تجارت کی اجازت ہیں اور ہر وہ شے جس میں کسی پر کچھ الزام نہ ہو اور نہ ہی ایسا ہو کہ نزاع پر دلالت کرے۔

(تبیین الحقائق، کتاب الکراہیت، جلد 06، صفحہ 12، المطبعۃ الکبری الأمیریۃ - بولاق، القاہرۃ)

دونوں کا بالترتیب حکم یہ ہے کہ دیانات میں تو فاسق و کافر کی خبر مردود جبکہ معاملات میں ان کی خبر قابل قبول ہے جبکہ ظن غالب ان کی صداقت کا ہو۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے "قال رحمه الله: (ويقبل قول الكافر في الحل والحرمة) ، وهذا سهو ؛ ولأن الحل والحرمة من الديانات ، ولا يقبل قول الكافر في الديانات ، وإنما يقبل قوله في المعاملات خاصة للضرورة ؛ ولأن خبره صحيح لصدوره عن عقل ودين يعتقد فيه حرمة الكذب ، والحاجة ماسة إلى قبول قوله لكثرة وقوع المعاملات ، ولا يقبل في الديانات لعدم الحاجة إلا إذا كان قبوله في المعاملات يتضمن قبوله في الديانات فحينئذ تدخل الديانات في ضمن المعاملات فيقبل قوله فيها ضرورة ، وكم من شيء يصح ضمنا ، وإن لم يصح قصدا ألا ترى أن بيع

الشرب وحدہ لا یجوز، وتبعا للأرض یجوز۔" مصنف کا یہ کہنا کہ حل وحرمت میں کافر کا قول مانا جائے گا سہو ہے کیونکہ حل وحرمت باب دیانات سے ہیں اور دیانات میں کافر (وفاسق) کا قول نہیں لیا جاتا ان کا قول محض معاملات میں ضرورت کی وجہ سے قبول کیا جاتا ہے کیونکہ وہ عاقل ہے اور ایسے دین سے تعلق رکھتا ہے جس میں جھوٹ حرام ہے۔ اور کثیر الوقوع معاملات کی وجہ سے ان کی بات ماننے کی ضرورت بھی ہے۔ جبکہ دیانات میں کوئی حاجت نہیں ہاں یہ کہ دیانات کسی معاملہ کی خبر کے ضمن میں آرہے ہوں تو ضمنا ان میں بھی قبول کر لی جائے گی کہ قاعدہ ہے کہ کتنی ایسی اشیاء ہیں کہ جو صراحتا نہیں لیکن ضمنا ثابت ہوجاتی ہیں۔ جیسا کہ شُرب کی بیع ناجائز ہے لیکن زمین کی تبعیت میں جائز ہے۔ (تبیین الحقائق، کتاب الکراہیت، جلد 06، صفحہ 12، المطبعۃ الکبری الأمیریۃ - بولاق، القاہرۃ)

بہار شریعت میں ہے" معاملات میں کافر کی خبر معتبر ہے اگرچہ حلت وحرمت دیانات میں سے ہیں اور دیانات میں کافر کی خبر نامقبول ہے مگر چونکہ اصل خبر خریدنے کی ہے اور حلت وحرمت اس مقام پر ضمنی چیز ہے لہٰذا جب وہ خبر معتبر ہوئی تو ضمناً یہ بھی ثابت ہو جائے گی اور اصل خبر حلت وحرمت کی ہوئی تو نامعتبر ہوتی۔ معاملات میں کافر کی خبر معتبر ہونا اس وقت ہے جب گمان غالب یہ ہو کہ سچ کہتا ہے اور اگر غالب گمان اس کا جھوٹا ہونا ہو تو اس پر عمل نہ کرے۔" (بہار شریعت، حصہ 16، صفحہ 36، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

لہٰذا یہ نہ کہا جائے کہ بکرے وغیرہ سیل کرنے والے فساق وبے باک ہوتے ہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کہ ان کی خبر تو معتبر ہی ہے۔

(2) جانور کی عمر پوری ہے یا نہیں؟ اس سے پتہ چل سکتا ہے کہ جس جانور کے ایک سال کے ہونے کی یقین دہانی کرائی جارہی ہے اس کو دیکھیں اور دیگر چند ایک جانور دیکھیں جو واقعی پوری عمر کے ہوں دونوں پر نظر کرنے سے گمان ہوتا ہے کہ یہ بھی سال ہی کا ہے تو اس جانور کو بھی قربانی میں ذبح کرنا جائز ہے کہ شرع مطہر نے اس کا اعتبار کیا ہے جس کی بین مثال چھ ماہ کے دنبے کی ہے کہ فقہاء نے اس کی بھی کوئی نشانی بیان نہ کی یہ کہا اگر اس کو سال بھر کے دنبوں میں کھڑا کیا جائے تو بوجہ فربہی وجسامت سال کا ہی لگے تو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ جیسا کہ المحیط البرہانی میں ہے" **ویجزیء فی الأضحیۃ الثنی فصاعداً من کل شیء، ولا یجزیء ما دون ذلک کل شیء إلا الجذع من الضأن إذا کان عظیماً ومعناہ انہ اذا اختلط مع المثان یظن الناظر الیہ انہ انثی۔**"

(المحیط البرہانی، کتاب الاضحیۃ، الفصل الخامس فی بیان ما یجوز فی الضحایا وما لا یجوز، جلد 05، صفحہ 666، دار احیاء التراث العربی)

اس جزیئے میں گویا کہ دنبے سے متعلق تحری کو معتبر رکھا جس سے واضح ہو گیا کہ تحری بھی جائز ہے یعنی اگر کسی کا دل ان کی خبر پر نہیں جم رہا لیکن غور وفکر وغیرہ کرنے سے مثلاً دیگر جانوروں وغیرہ کو دیکھنے سے دل میں بات جم رہی ہے کہ سال ہی کا ہے تو جائز ہے اور رہی یہ بات کہ تحری کسی کی معتبر ہے شریعت میں جہاں بھی تحری کے مسائل مذکور ہیں جیسا کہ نماز میں جہت قبلہ، پانی کی نجاست وطہارت وہاں کہیں بھی فقہاء نے عوام وخواص کی تحری کی تقسیم نہیں کی بلکہ بلا امتیاز تحری کو معتبر رکھا، بلکہ حدیث میں تو نماز جیسے اہم ترین معاملے میں تحری جس میں غلبہ ظن ہو، کا اعتبار کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا" **من شک فی صلاتہ فلیتحر**" و**شھادۃ القلب فی التحری تکفی عندنا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم: "المؤمن ینظر بنور اللہ"** نیز دیانات سے متعلق اخبار کے قبول کرنے ونہ کرنے

کا شرع مطہر نے بڑا اہتمام کیا ہے جو کہ معاملات میں نہیں کیا اور دیانات سے متعلق حکم یہ ہے کہ اگر کافر و فاسق خبر دیں اور تحری سے ان کی خبر پر اعتماد ہو جائے تو عمل کرنا جائز ہے تو معاملات میں تحری بدرجہ اولی قابل قبول ہونی چاہیے۔جیسا کہ عام کتب فقہ میں لکھا ہے "وإن كان المخبر فاسقا تحرى فإن كان أكثر رأيه أنه صادق يتيمم ولا يتوضأ به۔وإن كان أكثر رأيه أنه كاذب يتوضأ به ولا يتيمم۔"

معلوم ہوا کہ تحری کے مسائل مطلق ہیں جس میں کسی عام و خاص کی کوئی قید نہیں نیز اگر تحری کو معتبر نہ رکھا جائے تو یہ حدیث کے حکم "ولا تعسروا اور "ولا تنفروا" کے خلاف ہے کہ عوام پر بہت آزمائش ہوگی کہ جب دانتوں کا بھی اعتبار نہیں تو پھر عمر کا اعتبار کون اور کیسے کر سکے گا، علمائے کرام بھی اس سے عاجز آجائیں گے کہ بکرے کی عمر کا ایک سال ہونے کا تعین تو کتب میں موجود ہے لیکن نشانی کوئی نہیں تو ناچار بیان کردہ صورتوں ہی کو قابل اعتماد ٹھہرانے کے علاوہ کوئی راہ نہیں۔

محترم استاد صاحب فتوی مکمل لکھنے کے بعد اور آپ کو بھیجنے سے چند منٹ قبل جامعہ نعیمیہ کے مفتی عمران صاحب سے میں نے اس مسئلہ پر گفتگو کی اور اپنا لکھا ہوا مؤقف بیان کیا اور پوچھا کہ آپ اس بارے کیا فتوی دیتے ہیں تو انہوں نے میرے مؤقف کی تائید کی۔

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ تعالی علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبـــہ

ابو اطہر محمد اظہر عطاری المدنی

01 ذوالحجۃ 1431ھ 08 نومبر 2010ء

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

دار الافتاء فیضان شریعت

الکریم گارڈن فیز1، مین مارکیٹ مناواں لاہور ☎ +92 321 4061265

حاجی پر کتنی قربانیاں لازم ھیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ کیا حاجی پر عید کی قربانی الگ سے کرنا لازم ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

قربانی ہر اُس شخص پر لازم ہے جو مسلمان ہو، آزاد ہو، مقیم ہو، صاحبِ نصاب ہو، نیز ان تمام شرائط کا ایامِ نحر یعنی دس ذی الحجۃ کے طلوعِ صبحِ صادق سے بارہ ذی الحجۃ کے غروبِ آفتاب تک کسی بھی وقت میں پایا جانا وجوبِ قربانی کے لیے کافی ہے۔

جیسا کہ علّامہ ابوبکر کاسانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ وأما شرائط الوجوب، منها الإسلام فلا تجب على الكافر ومنها الحرية فلا تجب على العبد ومنها الإقامة فلا تجب على المسافر ومنها الغنى یعنی وجوبِ قربانی کی شرائط اسمیں سے اسلام ہے پس کافر پر قربانی واجب نہیں اور اس میں سے آزادی ہے چنانچہ غلام پر قربانی واجب نہیں نیز تیسری شرط اقامت یعنی مقیم ہونا ہے لہٰذا مسافر پر قربانی واجب نہیں اور چوتھی شرط غنی یعنی صاحبِ نصاب ہونا ہے۔

(البدائع والصنائع کتابُ التضحیۃ جلد 5، صفحہ 64، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اب حاجی اگر پندرہ دن مکہ میں ٹھہرنے کا ارادہ رکھتا ہے، تو چونکہ وہ مقیم ہے لہٰذا دیگر شرائط کے وجود کے ساتھ اُس پر قربانی لازم ہوگی اور اگر پندرہ دن سے کم رہنے کا ارادہ ہے تو چونکہ وہ مسافر ہے لہٰذا اُس پر قربانی واجب نہیں کہ قربانی کے وجوب کے لیے مقیم ہونا شرط ہے۔

البدائع والصنائع میں ہے کہ ولا تجب الأضحية على الحاج؛ وأراد بالحاج المسافر فأما أهل مكة فتجب عليهم الأضحية وإن حجوا؛ یعنی حاجی پر قربانی واجب نہیں جبکہ حاجی مسافر ہو پس بہر حال اہلِ مکہ یعنی مکّہ میں مقیم شخص پر قربانی واجب ہے اگرچہ وہ حاجی ہو۔

(البدائع والصنائع کتابُ التضحیۃ جلد 5، صفحہ 65، دار الفکر بیروت)

نیز علّامہ شامی لکھتے ہیں کہ وأما الأضحية فإن كان مسافرا فلا يجب عليه وإلا كالمكي یعنی حاجی اگر مسافر ہو تو اُس پر عید کی قربانی

لازم نہیں اور اگر وہ مسافر نہ ہو تو وہ وجوبِ قربانی کے حق میں مکّی طرح ہے یعنی اُس پر بھی عید کی قربانی لازم ہوگی۔

(ردّالمحتار کتاب الحج جلد 2، صفحہ 515، دارالفکر بیروت)

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ حاجی اگر مکّہ میں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور دیگر قربانی کے وجوب کی شرائط پائی جاتی ہیں تو اُس پر عیدالاضحیٰ کی قربانی کرنا واجب ہے ورنہ نہیں۔

نیز سائل کے اس جملے (کیا عید کی قربانی الگ سے لازم ہے؟) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو قربانی حاجی بعدِ رمی اور حلق سے پہلے حدودِ حرم میں کرتے ہیں سائل کی سمجھ یہ آیا ہے کہ یہ قربانی اور عیدالاضحی کی قربانی ایک ہی ہے، تو یاد رہے کہ وہ قربانی اور عیدالاضحیٰ کی قربانی الگ الگ ہیں کہ وہ قربانی حج کا شکرانہ ہے، حجِ تمتع اور حجِ قران کرنے والے کے لیے واجب جبکہ حجِ افراد کرنے والے کے لیے مستحب ہے اور عید کی قربانی اگر شرائط پائی جائیں تو ہر مسلمان پر واجب ہے چاہے وہ حاجی ہو یا غیرِ حاجی۔

ردّالمحتار میں ہے کہ و الذبح له أفضل، ويجب على القارن و المتمتع یعنی مفرد کے لیے احرام کی قربانی (جو حاجی حدودِ حرم میں کرتے ہیں) افضل ہے جبکہ حجِ قران اور تمتع کرنے والے پر واجب ہے

(ردّالمحتار کتاب الحج جلد 2، صفحہ 515، دارالفکر بیروت)

نیز سیّدی اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ افعالِ حج میں قربانی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "یہ وہ قربانی نہیں جو عید میں ہوتی ہے کہ وہ تو مسافر پر اصلاً نہیں اور مقیم مالدار پر واجب ہے اگر چہ یہ حج میں ہو بلکہ یہ حج کا شکرانہ ہے قارن و متمتع پر واجب اگر چہ فقیر ہوں اور مفرد کے لیے مستحب اگر چہ غنی ہو"

(فتاوی رضویّہ کتاب الحج جلد 10، صفحہ 752، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

الجواب صحیح

أبو أطهر محمد أظهر العطاري المدني عفى عنه الباري

و اللہ تعالی اعلم و علمه جل مجده أتم و أحكم

كتبه: احمد رضا قادری

19 محرم الحرام 1440 ھجری بمطابق 30 ستمبر، 2018

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

الکریم گارڈن فیز1، مین مارکیٹ مناواں لاہور ☎ +92 321 4061265

بیرون ملک شخص کی اپنے ملک قربانی کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کرنے والا شخص یورپ یا سعودیہ میں ہے وہاں قربانی کا پہلا دن ہے اور پاکستان میں ابھی قربانی کے دن شروع نہیں ہوئے۔تو اس دن پاکستان میں اس شخص کی طرف سے قربانی کرنے کا کیا حکم ہے؟ دوسری بات کہ اگر دونوں جگہ ایک ہی دن عید ہو جیسے پاکستان میں بھی بدھ کو عید ہو اور یوکے و یورپ یا کسی اور ملک میں بھی بدھ کو عید ہو اب پاکستان میں عید کی نماز 6 یا 7 بجے ہے اور یوکے و یورپ میں جلد سے جلد بھی 10 بجے عید کی نماز کا وقت ہو گا تو اب جس نے پاکستان قربانی کرنی ہے تو کیا ضروری ہے کہ پاکستان میں اس وقت جانور ذبح ہو جب یوکے و یورپ میں رہنے والا عید کی نماز پڑھ لے یعنی 10 بجے کے بعد جب یوکے و یورپ میں عید کی نماز پڑھی جا چکی ہو۔

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الجَوَابُ بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الحَقِّ وَ الصَّوَابِ

صورتِ مسئولہ میں قربانی نہیں ہو گی کہ پاکستان میں ابھی قربانی کا وقت شروع نہیں ہوا اور قربانی میں جس جگہ قربانی کی جا رہی ہے اس جگہ کا اعتبار ہے نا کہ قربانی کرنے والے کی جگہ کا۔اور جس نے پاکستان قربانی کرنی ہے اس کے لیے ضروری نہیں کہ پاکستان میں اس وقت جانور ذبح ہو جب یوکے و یورپ میں رہنے والا عید کی نماز پڑھ لے۔اعتبار اس جگہ کا ہے جہاں قربانی کا جانور ہے، جب جانور پاکستان ہے تو بس یہ ضروری ہے کہ پاکستان کے اس شہر میں جہاں جانور ذبح کرنا ہے کسی جگہ عید کی نماز ادا ہو چکی ہو، قربانی صحیح ہونے کے لیے خود پاکستان رہنے والے کے لیے بھی عید کی نماز پڑھنا شرط نہیں تو دوسرے ملک رہنے والے کے لیے شرط کیسے ہو سکتا ہے۔

امام برھان الدین محمود بن صدر الشریعۃ البخاری علیہ رحمۃ اللہ الباری المحیط البرھانی میں فرماتے ہیں: أن الرجل إذا كان في مصر و أهله في مصر آخر، فكتب إليهم أن يضحوا عنه، فإنه يعتبر مكان الذبيحة۔ ترجمہ: ایک آدمی جب ایک شہر میں ہو اور اس کے گھر والے دوسرے شہر میں۔تو اس نے اپنے گھر والوں کو لکھا کہ وہ اس کی طرف سے قربانی کر دیں تو اس میں ذبح کرنے کی جگہ کا اعتبار کیا جائے گا۔

(المحیط للبرھانی، کتاب الاضحیۃ، الفصل الرابع فیما یتعلق بالمکان والزمان، جلد 8، صفحہ 464، ادارۃ القرآن، کراچی)

ردالمحتار میں ہے: والمعتبر مکان الأضحیة لا مکان من علیه۔ ترجمہ: قربانی میں ذبح کرنے کی جگہ کا اعتبار کیا گیا ہے نا کہ جس پر قربانی ہے اس کی جگہ کا۔ (ردالمحتار، کتاب الاضحیۃ، جلد6، صفحہ646، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

صدرالشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی بہارشریعت میں فرماتے ہیں: یہ جوشہرودیہات کا فرق بتایا گیا یہ مقام قربانی کے لحاظ سے ہے قربانی کرنے والے کے اعتبار سے نہیں یعنی دیہات میں قربانی ہوتو وہ وقت ہے اگرچہ قربانی کرنے والا شہر میں ہو اور شہر میں ہو تو نماز کے بعد ہو اگرچہ جس کی طرف سے قربانی ہے وہ دیہات میں ہو۔ (بہارشریعت، جلد3، صفحہ337، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

واللہ تعالی اعلم وعلمه جل مجده أتم و أحکم

ابو الفیضان الرضوی عفی عنہ

8 ذوالحجۃ الحرام 1439، 20 اگست 2018

الجواب صحیح

أبو أطهر محمد أظهر العطاري المدني عفی عنه الباري

دارالافتاء فیضانِ شریعت المفتی ابو اطہر محمد اظہر عطاری المدنی

قرآن وسنت سے ثابت شدہ فتاوٰی جات پڑھنے اور

دیگر اسلامی واصلاحی پوسٹس حاصل کرنے کے لئے ہمارے پیج

(Faizan e Shariat Foundation)

کو ضرور لائک کریں۔ اور اگر آپ ہماری تمام تر پوسٹس وٹس ایپ پر چاہتے ہیں

تو ہمارے اس نمبر پر رابطہ کریں: +92 321 4061265

www.faizaneshariat.org www.faizaneshariat.com

قربانی کے جانور کا نام رکھنا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ کیا قربانی کے جانور کا نام رکھنا جائز ہے؟

سائل،عبدالشکور چغتائی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جانور کا نام رکھنا ازروئے شرع بالکل جائز ہے اور یہ امر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے بھی ثابت ہے، کہ آپ کے پاس جو جانور تھے اُن کے مخصوص نام کُتبِ سیر میں منقول ہیں مثلاً آپ کے خچر کا نام دلدل، اسی طرح آپ کے گھوڑے کا نام مرتجز وغیرہ، اب یہ عام ہیں کہ وہ جانور قربانی کی نیت سے لیا گیا ہو یا کسی اور مقصد کے لیے بہرصورت اسکا نام رکھنا شرعاً جائز ہے۔لیکن آج کل ہمارے معاشرے میں بعض وہ لوگ جو قربانی کا جانور لاتے ہیں، اپنے جانور کا کوئی ایسا نام رکھتے ہیں جس کی وجہ سے لوگ اُس شخص اور جانور دونوں پر استھزاء کرتے ہیں مثلاً ہنٹر، ڈاکٹ وغیرہ یہ بھی مناسب طریقہ نہیں ہے، بلکہ مناسب یہ ہے کہ جانور کا کوئی ایسا نام رکھا جائے جو نہ اُس شخص کے اور نہ ہی اُس جانور کے استھزاء کا سبب بنے۔

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے جانوروں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ أما خیلہ علیہ الصلاۃ والسلام: فالسکب، والمرتجز وھو الذي شھد لہ فیہ خزیمۃ بن ثابت، فجعل شھادتہ بشھادۃ رجلین. والظرب وکان لہ علیہ الصلاۃ والسلام من البغال دلدل: وفضۃ: وکان لہ علیہ الصلاۃ والسلام من اللقاح: القصواء، وھي التي ھاجر علیھا وبردۃ، وبرکۃ، والبغوم، والحناء، وزمزم، یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس جو گھوڑے تھے اُن میں سے ایک کا نام سکب تھا ،اِسی طرح دوسرے کا نام مرتجز تھا اور یہ وہ گھوڑا تھا کہ جسکی خرید کی گواہی حضرتِ خزیمہ رضی اللہ عنہ نے دی اور ذو الشھادتین کا لقب حاصل کیا ،اسی طرح ایک گھوڑے کا نام ظرب بھی تھا ، اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس جو خچر مبارک تھے اُن میں سے ایک کا نام دلدل تھا اسی طرح دوسرے کا نام فضۃ تھا، نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ملکیت میں کچھ اُونٹنیاں بھی تھی جس میں سے

ایک کا نام قصواء تھا، اور یہ وہ اُونٹنی تھی کہ جس پر آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے ہجرت فرمائی تھی، اسی طرح بردۃ، برکہ، بغوم، حناء، زمزم وغیرہ بھی آپ ہی کی اُونٹنیوں کے نام ہیں۔ (شرح زرقانی علی المواہب اللدنیۃ، جلد5، فصل9، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

مذکورہ عبارت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض جانوروں کا ذکر کیا گیا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً جانوروں کا نام رکھنا حضور علیہ السلام سے ثابت ہے، اب یہ عام ہے کہ وہ جانور قربانی کے لئے لیا گیا ہو یا کسی اور مقصد کے لئے، چنانچہ نام اگر مذکورہ قباحت یعنی خود کو اور جانور کو استہزاء پر پیش کرنا سے خالی ہوں، اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم پر عمل کی نیّت سے ہو تو نہ صرف جائز بلکہ باعثِ ثواب ہے۔

الجواب صحیح

أبو أطهر محمد أظهر العطاري المدني عفى عنه الباري

واللہ تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ أتم وأحکم

کتبہ: احمد رضا قادری

9 ذو الحجۃ الحرام 1439، 21 اگست 2018

قربانی کی کھال ڈیم فنڈ یا کسی مدرسہ کو دینا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ اس بار اگر قربانی کی کھالیں ڈیم فنڈ میں دے دی جائیں تو بہت جلد اربوں کے فنڈ جمع ہو سکتے ہیں کیا اس میں کوئی شرعی مسئلہ درپیش ہے؟ کیا یہ عمل کرنا صدقہ جاریہ ہوگا؟

سائل: محمد بلال (سندھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

ڈیم کے لیے قربانی کی کھال دینا جائز ہے کہ یہ ایک رفاہی اور اچھا کام ہے اور ہر فاہی کام کے لیے صدقاتِ نافلہ دینا جائز ہے اور قربانی کی کھال کا صدقہ، صدقہ واجبہ نہیں بلکہ یہ صدقہ نافلہ ہے۔ لیکن یاد رہے کہ اسلام کی ترقی و بقا، تعلیمات اسلامیہ کی نشر واشاعت اور قرآن و حدیث کی تبلیغ و تشہیر کے لیے دنیا بھر میں مدارس و جامعات کی سرگرمیاں جاری ہیں۔ اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ دین اسلام اور عقیدہ توحید کی حفاظت و بقا، تعلیمات اسلامیہ پر منحصر ہے۔ جس قوم میں دینی تعلیم اور اسلامی تربیت کا نظام اہل دین و دانش مند حضرات کی زیر نگرانی چلتا ہے وہ اپنے دین میں نہ صرف سچی و راسخ ہوتی ہے بلکہ رہنمایانہ و مصلحانہ زندگی بھی گزارتی ہے اس کے برعکس جس طبقہ میں تعلیماتِ اسلامیہ کا نظام نہ ہو یا اہل حق و درد رکھنے والوں کی زیر نگرانی نہ ہو وہ طبقہ زمین پر بوجھ بن کر رہ جاتا ہے۔

دینی مدارس جہاں اسلام کے قلعے، ہدایت کے سرچشمے، دین کی پناہ گاہیں اور اشاعت دین کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ وہاں یہ دنیا کی سب سے بڑی حقیقی طور پر (این، جی، اوز) بھی ہیں۔ یہ لاکھوں طلبہ و طالبات کو بلا معاوضہ تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو رہائش و خوراک اور مفت طبی سہولیات بھی فراہم کرتے ہیں۔

اور ان مدارس کے چلنے، چلانے میں قربانی کی کھالیں بہت اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ان کھالوں کے ذریعے پڑھانے والے اساتذہ و مدرسین کی تنخواہوں، یوٹیلٹی (بجلی، گیس وغیرہ) بلز کی ادائیگیوں، غریب و مستحق طلبہ و طالبات کی کتابوں اور خوراک و رہائش کا کافی حد تک انتظام ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس اگر قربانی کی کھالیں مدارس کی بجائے ڈیم وغیرہ کو دی جائیں تو دین کی تعلیم و اشاعت میں حرج عظیم لازم آئے گا، اور بہت سے مدارس کے بند ہونے کا خطرہ ہے اور ویسے بھی پاکستان میں قربانی کی کھالیں کوئی اڑھائی سے تین ارب

کی ہوں گیں جبکہ ڈیم بنانے کے لیے کئی سوارب روپے کی حاجت ہوتی ہے۔اوراس کی تکمیل کے لیے آٹھ سے دس سال درکار ہوتے ہیں ۔بالفرض اگرایک سال کی تمام کھالیں ڈیم کو دے بھی دی جائیں تب بھی کھالوں سے ڈیم نہیں بنے گا لیکن اس صورت میں مدارس دینیہ کونقصان ضرور پہنچے گالہذا تمام کھالیں مدارس دینیہ کودی جائیں کہ کھالوں کی جہاں زیادہ یعنی سخت حاجت ہو وہاں دیناز یادہ مناسب ہے ۔رہاڈیم تواس کا مدارس کا نقصان کیے بغیر بھی بناممکن ہے کہ حکومت اپنے بیت المال سے اس پرخرچ کرسکتی ہے یا مختلف طریقوں سے ڈیم کے لیے قوم سے ٹیکس وصول کرسکتی ہے جیسے کئی ٹیکس قوم سے وصول کیے جاتے ہیں۔اس سے بھی زیادہ مناسب بلکہ ضروری ہے کہ پاکستانی قوم کا پیسہ چوری کرنے والے دس معروف ومشہور چورسیاست دانوں کا کڑا احتساب ہواورلوٹی ہوئی رقم دوبارہ پاکستانی خزانے میں جمع ہوتوایک دوکیا بیسیوں بڑے ڈیم معرض وجود میں آسکتے ہیں۔

لہذا ایسی صورتِ حال میں مدارس دینیہ کوقربانی کی کھال دیناز یادہ مناسب اورافضل ہے۔اوررہا جواز کا مسئلہ تواس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی شخص اپنی قربانی کی کھال ڈیم یا کسی بھی رفاہی ادارے کودینے وجہ سے گناہگارنہیں ہوگا اوراس کی قربانی میں کوئی حرج نہیں آئے گا۔

سنن ابوداود میں ہے:**کُلُوا وَادَّخِرُوا وَاتَّجِرُوا**۔ ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: کھاؤ اور جمع کرو اور خرچ کرو۔

(سنن ابوداود، کتاب الضحایا، باب فی حبس لحوم الاضاحی، جلد10، صفحہ357، مطبوعہ: دارالحضارۃ للنشر والتوزیع، ریاض)

امام اہلسنت امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں: یونہی ہرقربت کے کام میں صرف کر سکتے ہیں جیسے مدرسۂ دینیہ کی اعانت۔ (فتاوی رضویہ، جلد20، صفحہ495، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

آپ علیہ الرحمۃ مزید فرماتے ہیں: چرم قربانی کا تصدق اصلاواجب نہیں، ایک صدقہ نافلہ ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد20، صفحہ488، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

ملک العلماء الشاہ محمد ظفرالدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوی "فتاوی ملک العلماء" میں فرماتے ہیں: پوست کسی فقیر یاغنی کوبعینہ یااس کی چیزموزہ ، پوستین، تکیہ وغیرہ بنواکر ہدیہ دے یااس سے کوئی چیز مستہلک یا غیرمستہلک بدل کر یا روپیوں سے بیچ کرصدقہ کرے یاکسی نیک کام میں صرف کرے یعنی نفع عام کی کوئی چیز مدرسہ، حوض، پل، نہر، سرائے، کنواں، مسجد، شفاخانہ، قبرستان کی حفاظت وغیرہ کی تعمیر کرائے۔غرض ہر اس کام میں جس میں ثواب ہو صرف کرنا بلاشبہ جائز ہے۔ (فتاوی ملک العلماء، کتاب الاضحیۃ، صفحہ282، مکتبہ نبویہ، لاہور)

صدرالشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فتاوی امجدیہ میں فرماتے ہیں: اپنی مسجد کا حق زیادہ ہے مگر دوسری مسجد یا مدرسہ میں بھی دینا جائز ہے۔اور جہاں زیادہ ضرورت ہے وہاں زیادہ مناسب ہے۔ (فتاوی امجدیہ، کتاب الاضحیۃ، جلد3، صفحہ316، مکتبہ رضویہ)

والله أعلم ورسوله عزوجل وصلى الله تعالى عليه وآله وأصحابه وبارك وسلم

كتبه: ابو الفيضان الرضوى عفى عنه

27ذوالقعدہ1439، 10اگست 2018

الجواب صحيح

أبو أطهر محمد أظهر العطاري المدني عفى عنه الباري

FaizaneShariatFoundation@gmail.com azharmadani85@gmail.com

دار الافتاء فیضان شریعت

الکریم گارڈن فیز 1، مین مارکیٹ مناواں لاہور ☎ +92 321 4061265

کیا جہیز میں ضرورت سے زائد سامان ہو تو قربانی واجب ہوگی؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ میری بیوی کو جہیز میں اس کے والدین نے بطور رسم جوان کے یہاں سامان جہیز میں چلتی آرہی ہے، 20عدد گرم لحاف، 20عدد تالائی، 5عدد کمبل، عدد 10 تکیے، 20عدد کھیس، اور 20عدد دریاں دی۔ جب سے شادی ہوئی سخت موسم سرما کے لئے ایک عدد لحاف وتالائی استعمال میں آئی تو نارمل سردی میں کمبل کا استعمال ہوا، اسی طرح موسم بہار کہ جب نہ سخت سردی ہوتی ہے نہ گرمی اس میں ایک یا دو کھیس استعمال ہوئے اور ایک یا دو دریاں، پھر بچوں کی ولادت ہوئی تو دونوں بچوں کے لئے بھی ایک لحاف، ایک کھیس، ایک تالائی اور ایک دری استعمال میں آئیں، ہاں کبھی کبھار موسم سرما میں مہمان آجائیں تو مشاہدہ کے مطابق زیادہ سے زیادہ دو لحاف سیٹ نکالے اور پھر رکھ دیے، باقی تمام کے تمام اسی دن سے صندوق میں پیک ہیں جن کی مالیت ایک اندازے کے مطابق 150000 ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہے۔ تو ان اشیاء میں کتنے ضرورت میں شامل ہیں اور کتنے نہیں اور ان کی وجہ سے قربانی واجب ہوگی یا نہیں؟

سائل: محمد رضوان (گوجرانوالہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

آپ اور آپ کے بچوں کے استعمال میں جتنی چیزیں ہیں یوں ہی مہمانوں کے استعمال میں آنے والی جتنی چیزیں ہیں وہ سب حاجت اصلیہ میں شامل ہیں اور باقی حاجت سے زائد ہیں، آپ کے بقول زائد چیزوں کی قیمت تقریباً ڈیڑھ لاکھ ہے اور موجودہ زمانے میں اس رقم کے اندر ہی چاندی کا نصاب پورا ہوجاتا ہے، اگر قربانی کے دنوں میں بھی زائد چیزوں کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو تو آپ کی بیوی پر ان کی وجہ سے قربانی واجب ہوگی کہ سامان جہیز کا مالک عورت ہوتی ہے۔ اور (فرض کیجیے کیونکہ بظاہر ایسا نہیں لگ رہا ہے) اگر ان چیزوں کی قیمت نصاب کو نہ پہنچے لیکن دوسری زائد چیزیں اس کے ساتھ ملائی جائیں تو ان کی قیمت چاندی کے نصاب برابر ہوجائے تب بھی قربانی واجب ہوگی۔

بدائع الصنائع میں ہے"فلابدمن اعتبار الغنی وھو ان یکون فی ملکه مائتادرھم اوعشرون دینارا اوشئ تبلغ قیمته ذلك سوی مسکنه ومایتأثث به وکسوته وخادمه وفرسه وسلاحه ومالایستغنی عنه وھو نصاب صدقة الفطر" ترجمہ:(قربانی کے نصاب میں میں) مالداری کا اعتبار ہونا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کی ملکیت میں دوسو درہم (ساڑھے باون تولہ چاندی) یا بیس دینار (ساڑھے سات تولہ سونا) ہوں یا رہائش، خانہ داری کے سامان، کپڑے، نوکر، گھوڑا، ہتھیار، اور جن چیزوں کے بغیر گزارہ نہ ہو، ان سب کے علاوہ کوئی ایسی چیز ہو جو اس (دوسو درہم یا بیس دینا) کی قیمت کو پہنچتی ہو۔ اور صدقہ فطر کا نصاب بھی یہی ہے۔

(بدائع الصنائع، کتاب التضحیۃ، فصل شرائط الوجوب، جلد5، صفحہ64، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں "قربانی واجب ہونے کے لئے صرف اتنا ضرور ہے کہ وہ ایام قربانی میں اپنی تمام اصلی حاجتوں کے علاوہ ۵۶ روپیہ (ساڑھے باون تولہ چاندی) کے مال کا مالک ہو، چاہے وہ مال نقد ہو یا بیل یا بھینس یا کاشت، کاشتکار کے ہل بیل اس کی حاجت اصلیہ میں داخل ہیں ان کا شمار نہ ہو" (فتاویٰ رضویہ، جلد20، صفحہ370، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نیز آپ ارشاد فرماتے ہیں "زیور، برتن، کپڑے وغیرہ جو کچھ ماں باپ نے دختر کو دیا تھا وہ سب ملک دختر ہے"۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد26، صفحہ210، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "جو شخص دوسو درہم یا بیس دینار کا مالک ہو یا حاجت کے سوا کسی ایسی چیز کا مالک ہو جس کی قیمت دوسو درہم ہو، وہ غنی ہے، اس پر قربانی واجب ہے۔ حاجت سے مراد رہنے کا مکان، خانہ داری کے سامان، جن کی حاجت ہو اور سواری کا جانور اور خادم اور پہننے کے کپڑے، ان کے سوا جو چیزیں ہوں، وہ حاجت سے زائد ہیں"

(بہار شریعت، قربانی کا بیان، جلد3، حصہ15، صفحہ333، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

الجواب صحیح

أبو أطهر محمد أظهر العطاري المدني عفى عنه الباري

واللہ تعالی اعلم وعلمه جل مجده أتم وأحكم

کتبہ: ابو بلال غلام ربانی المصباحی عفی عنہ

04 ذو الحجہ 1440ھ، 06 اگست 2019

وراثت کی تقسیم سے قبل قربانی کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ(1): زید کا انتقال ہوگیا، ورثاء میں ایک بیٹا بکر اور دیگر ورثا بھی ہیں مال وراثت ابھی تک تقسیم نہیں ہوا، لیکن بکر کے حصے میں مال بقدر نصاب آرہا ہے لیکن مال وراثت کی تقسیم سے پہلے ہی قربانی کے ایام آگئے ہیں تو اب بکر پر قربانی کا کیا حکم ہوگا؟

یعنی مال وراثت تقسیم سے پہلے دین ہوتا ہے یا کیا ہوتا ہے؟ دین ہے تو کون سا؟

(2): اور جو قربانی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اگر کسی کا دوسرے پر دین ہو تو قربانی کے لیے رقم مانگے اگر غالب گمان ہو کہ مانگنے سے مدیون اتنی دے دے گا تو اس دین سے کون سا دین مراد ہے؟ نیز اگر یہ غالب گمان بھی تھا کہ مانگنے سے رقم مل جائے گی پھر بھی نہیں مانگی تو اب اتنی رقم کا تصدق لازم ہوگا یا نہیں؟ سائل انیس سرور (کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

(1): صورتِ مسئولہ میں بکر اِتمام حجت کے لیے ترکہ سے اپنے حصے کا مطالبہ کرے اگر مل جائے تو اس پر قربانی کرنا واجب اور اگر نہ ملے تو قربانی کرنا واجب نہیں کیونکہ قربانی کے وجوب کے لیے بقدر نصاب مال ہو اور اسے خرچ کرنے پر قدرت بھی ہو تو قربانی واجب ہوتی ہے، اور صورت مسؤلہ میں اگرچہ بقدر نصاب مال حصہ میں آتا ہے مگر ابھی دیگر ورثاء دے نہیں رہے، مال وراثت تقسیم نہیں کر رہے جیسے والد صاحب کا انتقال ہوا اور انہوں نے 20 کروڑ کا مکان چھوڑا جس میں تمام اہل خانہ رہتے ہیں اور بکر کے حصہ میں مثال کے طور پر ایک کروڑ روپے آتے ہیں مگر دیگر ورثاء دے نہیں رہے اور نہ ہی مکان فروخت کرنے دیتے ہیں اور نہ ہی خود سے مکان فروخت کرنے پر قدرت تو ایسی صورت میں قربانی واجب نہیں۔

لہذا ترکہ کے علاوہ اور مال میں سے حاجت اصلیہ (یعنی جن کی طرف زندگی گزارنے میں آدمی کو ضرورت ہو) اور قرض نکال کر بھی نصاب کی مقدار کا مالک ہے تو اس پر قربانی کرنا واجب ہے اور اگر نصاب کا مالک نہیں تو اس پر قربانی کرنا واجب نہیں۔

(2): اور دین کی صورت میں اگر غالب گمان ہو کہ مانگنے سے قربانی کرنے کی مقدار رقم مل جائے گی تو قربانی کی رقم مانگنا ضروری ہے ورنہ

اتنی رقم کا تصدق کرنا لازم ہوگا۔اور یہ دَین قوی ہے۔

امام علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی رحمہ اللہ تعالیٰ بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں: **وكذا لو كان له مال غائب لا يصل إليه في أيام النحر لأنه فقير وقت غيبة المال حتى تحل له الصدقة بخلاف الزكاة فإنها تجب عليه ؛ لأن جميع العمر وقت الزكاة وهذه قربة موقتة فيعتبر الغنى في وقتها۔** ترجمہ: اور اسی طرح (قربانی واجب نہیں ہوگی) اگر اس کے لیے ایسا غیر موجود مال ہو جو ایام قربانی میں اس کو موصول نہ ہو کیونکہ وہ مال کی غیر موجودگی وقت فقیر ہے حتی کہ اس کے لیے صدقہ حلال ہے، بخلاف زکوٰۃ کے کہ بیشک یہ اس پر واجب ہے کیونکہ تمام عمر زکوٰۃ کا وقت ہے اور یہ (قربانی) ایک خاص وقت والی نیکی ہے لہذا اس کے وقت میں غنی ہونے کا اعتبار کیا جائے گا۔ (بدائع الصنائع، فصل فی شرائط وجوب فی الاضحیۃ، جلد6، صفحہ283، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

البحر الرائق میں ہے: **ومن كان غائبا عن ماله في أيام الأضحية فهو فقير۔** ترجمہ: جس کا مال ایام قربانی میں موجود نہ ہو وہ فقیر ہے۔

(البحر الرائق، کتاب الاضحیۃ، جلد8، صفحہ320، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

بہارِ شریعت میں ہے: اگر اس کا مال موجود نہیں ہے اور ایام قربانی گزرنے کے بعد وہ مال اوسے وصول ہوگا تو قربانی واجب نہیں۔

(بہار شریعت، جلد1، حصہ5، صفحہ333، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی بہار شریعت میں فرماتے ہیں: حاجت اصلیہ یعنی جس کی طرف زندگی بسر کرنے میں آدمی کو ضرورت ہے اس میں زکاۃ واجب نہیں، جیسے رہنے کا مکان، جاڑے گرمیوں میں پہننے کے کپڑے، خانہ داری کے سامان، سواری کے جانور، خدمت کے لیے لونڈی غلام، آلات حرب، پیشہ وروں کے اوزار، اہلِ علم کے لیے حاجت کی کتابیں، کھانے کے لیے غلّہ۔

(بہار شریعت، جلد1، حصہ5، صفحہ880، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فتاوی بزازیہ میں ہے: **له دين حال على مقر ملى وليس عنده مايشتريها به لايلزمه الاستقراض ولا قيمة الاضحية اذا وصل الدين اليه ولكن يلزمه ان يسأل منه عن الاضحية اذا غلب على ظنه انه يعطيه۔** ترجمہ: اس کے لیے اقرار کرنے والے امیر شخص پر قرض مطلق ہے اور اس خود کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس سے قربانی خرید سکے تو اس پر قرض کا مطالبہ کرنا لازم نہیں اور جب اسے قرض واپس ملے تو اس وقت قربانی کی قیمت کا تصدق کرنا لازم نہیں۔ لیکن جب ظن غالب ہو کہ وہ اسے دے دے گا تو اس پر بقدر حصہ قربانی کی رقم کا سوال کرنا لازم ہے۔ (فتاوی بزازیہ بحاشیۃ الھندیہ، کتاب الاضحیۃ، الفصل الثانی فی نصابھا، جلد6، صفحہ287، دار الفکر، بیروت)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں: دین تین قسم کا ہے: اول قوی یعنی قرض جسے عرف میں دست گردان کہتے ہیں۔ (فتاوی رضویہ، جلد10، صفحہ162، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

الجواب صحیح
أبو أطهر محمد أظهر العطاري المدني عفی عنه الباري

والله أعلم ورسوله عزوجل وصلى الله تعالى عليه وآله وأصحابه وبارك وسلم
كتبه: ابو الفيضان الرضوى عفى عنه
27ذو القعدہ1439، 10اگست 2018

نمازِ عید کا طریقہ (حنفی)

نیت: (نیت دل کے پختہ ارادے کو کہتے ہیں اگر زبان سے بھی الفاظ کی ادائیگی کرلی جائے تو بہتر ہے۔)

''میں نیّت کرتا ہوں دو رَکعت نمازِ عیدُ الفِطر (یا عِیدُ الاَضحٰی) کی، ساتھ

چھ (6) زائد تکبیروں کے، واسطے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے، پیچھے اِس امام کے''

نماز عید میں کل سات (7) تکبیرات ہوتی ہیں، ایک تو نماز شروع کرتے وقت جو ہر نماز کے شروع میں ہوتی ہے باقی چھ (6) تکبیرات زائدہ ہیں جن میں سے تین (3) پہلی رکعت میں ثناء اور سورۃ فاتحہ کے درمیان پڑھی جاتی ہے اور باقی تین (3) تکبیرات دوسری رکعت میں رکوع جانے سے قبل پڑھی جاتی ہیں۔

تکبیرات کی تفصیل

نیت کے بعد نماز شروع کرنے کے لئے پہلی تکبیر اللہ اکبر کہہ کر حسبِ معمول ناف کے نیچے ہاتھ باندھ لیجئے

پھر ثنا یعنی سبحانک اللھم۔۔۔۔ پڑھئے۔

پھر کانوں تک ہاتھ اُٹھایئے اور اَللّٰہُ اَکْبَر کہتے ہوئے لٹکا دیجئے۔

پھر ہاتھ کانوں تک اٹھایئے اور اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ کر لٹکا دیجئے۔

پھر کانوں تک ہاتھ اٹھایئے اور اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ کر باندھ لیجئے

پھر اِمام تَعَوُّذ (یعنی اَعُوْذُ بِاللہ) اور تَسْمِیَہ (یعنی بسم اللہ) آہستہ پڑھ کر اَلْحَمد شریف اور کسی بھی سورت کو جہر (یعنی بُلند آواز) کے ساتھ پڑھے، پھر رُکوع اور سجدے کرے۔ (یوں ایک رکعت مکمل ہوئی)

پھر دوسری رَکعت میں پہلے اَلْحَمْد شریف اور کسی بھی سورت کو جہر (یعنی بلند آواز) کے ساتھ پڑھئے،

پھر تین بار کانوں تک ہاتھ اٹھا کر اَللّٰہُ اَکْبَر کہئے اور ہاتھ نہ باندھئے اور چوتھی بار بغیر ہاتھ اُٹھائے اَللّٰہُ اَکْبَر کہتے ہوئے رُکوع

میں جائیے اور عام نماز کی طرح باقی کی نماز مکمَّل کر لیجئے۔

ہر دو تکبیروں کے درمیان تین بار "سُبْحٰنَ اللّٰہ" کہنے کی مِقدار چُپ کھڑا رہنا ہے۔

تکبیرات کے بعد ہاتھ کب باندھنے ہیں؟

پہلی تکبیر (نماز کی ابتداء والی) کے بعد ہاتھ باندھئے اِس کے بعد دوسری اور تیسری تکبیر میں لٹکایئے اور چوتھی میں ہاتھ باندھ

لیجئے۔ دوسری رکعت کی تمام تکبیرات کے بعد ہاتھ نہ باندھئے

❁ اس کو یوں یاد رکھئے کہ جہاں قِیام میں تکبیر کے بعد کچھ پڑھنا ہے ❁

❁ وہاں ہاتھ باندھنے ہیں اور جہاں نہیں پڑھنا وہاں ہاتھ لٹکانے ہیں ❁

(بہارِ شریعت، ج1، ص781۔ دُرِّ مختار، ج3، ص61)

پیشکش: فیضان شریعت فاؤنڈیشن

شعبہ: دارالافتاء فیضان شریعت

دارالافتاء فیضان شریعت
المفتی
ابو اطہر محمد اظہر عطاری المدنی